ہفت روزہ
ترجمان اسلام
لاہور (پاکستان)

نگران اعلیٰ
مولانا مفتی محمود

خدشات اور اندیشے

فوج کا کردار اور اس کا آئینی تحفظ

- اسلام میں فرد و جماعت کے درمیان ربط
- تلخ و شیریں
- حاتم کا بیٹا بارگاہِ نبوت میں
- امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ
- اہل کراچی اور قومی اتحاد
- اللہ والوں کی دنیا
- رواں دواں
- شہر شہر کی خبریں
- طلباء کی سرگرمیاں
- دارالعوام اور مسائل اور اداریہ

(نوٹ) مدرسہ قاسم العلوم ملتان کے جلسہ کی کارروائی آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں (ادارہ)

قیمت ایک روپیہ پچاس پیسہ — شمارہ نمبر ۱۴ — ۶/اپریل تا ۱۲/اپریل ۷۹ء

نظامِ الٰہیہ کے نفاذ پر

گوہرِ مقصود پا کر دل بہت مسرور ہے
آج ہر مومن کے چہرے پر خوشی کا نور ہے

ایک چوتھائی صدی جس کی تمنا میں کٹی
پا کے وہ دستورِ اسلامی ہوئی بے حد خوشی
تاجِ پاکستان میں یہ دستور کوہِ نور ہے

گوہرِ مقصود پا کر دل بہت مسرور ہے
آج ہر مومن کے چہرے پر خوشی کا نور ہے

ہم گنہگاروں پہ ہے احسانِ ربِّ ذوالمنن
کر دیا جس نے ہمیں پھر راہِ دیں پہ گامزن
حق تعالےٰ کو ہماری بہتری منظور ہے

گوہرِ مقصود پا کر دل بہت مسرور ہے
آج ہر مومن کے چہرے پر خوشی کا نور ہے

عدل کا بانی ہے خلاّقِ دو عالم کا نظام
ایک سا ہے اس کی نظروں میں مقامِ خاص و عام
ضامنِ امن و اماں اسلام کا منشور ہے

گوہرِ مقصود پا کر دل بہت مسرور ہے
آج ہر مومن کے چہرے پر خوشی کا نور ہے

ٹھوکریں کھانے کا پیدا ہی نہیں ہوتا سوال
اب بھٹکنے کا نہیں تاریکیوں میں احتمال
ہر طرف پھیلا ہوا نورِ چراغِ طور ہے

گوہرِ مقصود پا کر دل بہت مسرور ہے
آج ہر مومن کے چہرے پر خوشی کا نور ہے

دوستو! پیدا کرو اپنی صفوں میں اتحاد
جانبِ منزل بڑھو کر کے خدا پر اعتماد
کون کہتا ہے کہ اب منزل ہماری دور ہے

گوہرِ مقصود پا کر دل بہت مسرور ہے
آج ہر مومن کے چہرے پر خوشی کا نور ہے

کافروں بے دیں کے حق میں مثلِ تیغِ آبدار
اپنے بھائی کے لیے لیکن شفیق و جاں نثار
ایک مومن کے لیے قرآں میں یہ مذکور ہے

گوہرِ مقصود پا کر دل بہت مسرور ہے
آج ہر مومن کے چہرے پر خوشی کا نور ہے

سج رہی ہے ذہن کے پردے پہ اک تصویرِ نو
وقف ہے بہرِ وطن اب جذبۂ تعمیرِ نو
دل بقدرِ ظرف ذوق و شوق سے معمور ہے

گوہرِ مقصود پا کر دل بہت مسرور ہے
آج ہر مومن کے چہرے پر خوشی کا نور ہے

تجھ کو اے خاکِ وطن دیکر رگِ جاں کا لہو
ہم کریں گے تجھ کو دنیا کی نظر میں سرخرو
آبرو تیری بہر قیمت ہمیں منظور ہے

گوہرِ مقصود پا کر دل بہت مسرور ہے
آج ہر مومن کے چہرے پر خوشی کا نور ہے

خوابِ غفلت میں جو ہیں انورؔ انہیں بیدار کر
قوم کو جہدِ مسلسل کے لیے تیار کر
تو مقدس فرض کی تکمیل پر مامور ہے

گوہرِ مقصود پا کر دل بہت مسرور ہے
آج ہر مومن کے چہرے پر خوشی کا نور ہے

محمد عبداللہ انور (خانیوال)

ایران - اسلامی جمہوریہ!

ایران میں ریفرنڈم کا مسئلہ بھی بخیر وخوبی گزر گیا - ایرانی قوم نے تاریخ ساز جدوجہد اور عدیم المثال قربانیوں کے ذریعہ ۲½ ہزار سالہ فلک بوس قصر شہنشاہیت کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور اس بوسیدہ استبدادی عمارت کو زمین بوس ہونا پڑا - دو کروڑ چالیس لاکھ افراد نے اپنا حق رائے دہی استعمال کیا اور ۹۷ فیصد عوام نے ایران کو اسلامی جمہوریہ بنانے کے حق میں ووٹ دیا - اس طرح شہنشاہیت سرزمین ایران میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دفن ہو کے رہ گئی - برادر ملک ایران کے ہر دلعزیز رہنما علامہ خمینی نے صدائے انقلاب ریڈیو سے قوم کے نام خطاب کرتے ہوئے واشگاف اور دوٹوک الفاظ میں اعلان کیا کہ میں عوام کی دلی امنگوں اور ارادوں کی تکمیل کی خاطر ایران کو اسلامی جمہوریہ قرار دے رہا ہوں اور آج کے بعد یکم اپریل کا دن ہر سال اسلامی جمہوریہ کے طور پر منایا جایا کرے گا۔

اس موقع پر جہاں ہمارے ایرانی بھائی اظہار مسرت اور اظہار اطمینان کر رہے ہیں وہاں پاکستان میں بھی ہر فرد شاداں و فرحاں نظر آتا ہے - پاکستان اور ایران ایک ہی منزل کی طرف رواں دواں ہیں اور وہ منزل اسلامی نظام کے نفاذ کی منزل ہے جس کی بنیادیں ہر دو ممالک میں رکھ دی گئیں ہیں اور مکمل اسلامی نظام کے نفاذ کی تیاریاں کی جا رہی ہیں - حقیقت تو یہ ہے کہ موجودہ دور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا دور ہے جس کی لہر پورے عالم اسلام میں آئی ہوئی ہے اسلامی قوتیں پوری تیزی کے ساتھ ابھر رہی ہیں اور لادین قوتوں کو دفاعی پوزیشن اختیار کرنے پر مجبور کر دیا گیا ہے - صورتحال یہ ہے کہ بعض مغربی ممالک بھی اسلام کے اس ابھار سے پریشان نظر آتے ہیں - یہی وجہ ہے کہ مغربی ذرائع ابلاغ اپنی پوری قوت کے ساتھ اسلام اور اسلامی ممالک کے خلاف جھوٹا اور بے بنیاد پروپیگنڈہ کر رہے ہیں اور رائی کا پہاڑ بنا کر پیش کرنے پر تلے ہوئے ہیں -

اس میں شک نہیں کہ بعض نام نہاد مسلمان رہنماؤں کے کردار سے بھی ان ازلی دشمنان اسلام کے مقاصد کو تقویت پہنچ رہی ہے مگر بالآخر فتح خیر کی ہی ہوگی شر کبھی غالب نہیں آسکتا ہمیں نہایت دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے ایک ہمسایہ ملک کے حکمران بھی ملک کے غیور مسلمانوں کی مرضی کیخلاف ان پر درآمدہ نظریات تھوپنا چاہتے ہیں اور پاکستان کے بعض جمہوریت کے غمخوار بھی اس غیر جمہوری فعل کی تائید وحمایت میں اپنی نیندیں حرام کئے ہوئے ہیں -

کاش انہیں یہ سادہ سی حقیقت سمجھ میں آجاتی کہ فطرت کے تقاضوں کو وقتی طور پر جبر و تشدد ظلم و بربریت کی راہ سے دبایا تو جا سکتا ہے ختم نہیں کیا جا سکتا - ایک لمحے کے لیے مجاہدین اسلام کو "جنونی" کہہ کر چھوٹی انا کی تسکین کا سامان تو کیا جا سکتا ہے - حقائق کی تکذیب نہیں کی جا سکتی - یہی وہ جنونی ہیں جنہوں نے ایران میں شہنشاہیت کو زندہ دفن کر دیا - اور اب یہی جذبہ جنون افغان قوم کو بھی غیر ملکی آقاؤں کے اشاروں پر ناچنے والوں کو ان کے انجام تک پہنچا کر دم لے گا۔ انشاء اللہ

ہفت روزہ

ترجمان اسلام

لاہور

سرپرست

مولانا عبید اللہ انور

مدیر

اکرام القادری

مدیر معاون

عمیر الہاشمی

بدل اشتراک

سالانہ -/٦٥ روپے

ششماہی -/٣٣ روپے

سہ ماہی -/١٧ روپے

فی پرچہ

ایک روپیہ پچاس پیسے

جلد نمبر ٢٢ شمارہ نمبر

یکے از مطبوعات

جمعیتہ علماء اسلام پاکستان

تہنیت مبارک

٦ اپریل ٩، ٧ جمادی الاول ... کیلئے، ہفت روزہ ترجمان اسلام، رنگ محل لاہور-٨

پبلشر مولانا عبید اللہ انور نے ... پریس سے چھپوا کر دفتر انوار العلوم ...

عبدالصمد صارم الازہری

محمد احمد خاں قتل کیس

سربراہِ مملکت کو معافی دینے کا اختیار نہیں ہے

اب چونکہ پاکستان میں اسلامی قانون کا نفاذ ہو گیا ہے لہٰذا از روئے شرع، سربراہ مملکت یا کسی شخص کو یہ اختیار نہیں رہتا کہ وہ قاتل کو معاف کرے کیونکہ یہ حق صرف مقتول کے وارثان کو پہنچتا ہے، اگر وہ معاف کر دیں تو سربراہِ مملکت اس معافی کا اجراء کر سکتا ہے قاتل کے وارثوں کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ مقتول کے وارثوں کو کسی طرح راضی کر لیں۔ اگر مقتول کے وارث راضی ہو جاتے ہیں تو عدالت کو پھانسی دینے کا اختیار نہیں رہتا اس لیے کہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں ہم نے دیت تم سے تخفیف کے لیے رکھی ہے۔ اسلام میں قاتل کے لیے قصاص ہے یا دیت اور دونوں کا انحصار آپس کی رضامندی پر ہے البتہ سربراہِ مملکت اتنا کر سکتا ہے کہ اگر مقتول کے وارث کسی طرح دیت لینے پر راضی نہیں ہوتے تو وہ انہیں اتنا دے کہ وہ راضی ہو جائیں۔

اللہ تعالےٰ نے دو چیزیں رکھی ہیں یا قصاص یا دیت، بادشاہوں نے معافی کا حق اپنے ہاتھ میں لے لیا یہ جو رحم کی درخواست گزارنے کا طریقہ ہے اسلامی نہیں انگریزی ہے چونکہ بادشاہ اپنے آپ کو رعایا کا مالک تصور کرتے تھے لہٰذا وہ جسے چاہے معاف کر دیتے تھے مقتول کے وارثوں کی رضا کو اس میں کوئی دخل نہ تھا، کسی سربراہِ مملکت یا بادشاہ کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ رحم کی درخواست وصول کرے یہ تو دونوں فریقوں کا حق ہے کہ وہ جس عدالت سے سزا ہوئی ہے اسے درخواست دیں کہ ہم نے دیت قبول کر لی ہے اور صلح پر راضی ہو گئے ہیں اور متعلقہ عدالت منظور کرے [illegible] پہلے حکمِ الٰہی کی جگہ دوسرا حکم الٰہی رائج کر دے۔

اس کیس میں جو چار دانگ عالم میں یہ شور مچ رہا ہے کہ عدل ہوا ہے، از روئے شریعت پورا پورا عدل نہیں ہوا کیونکہ شروع سے اب تک جو عام قاتل کے ساتھ برتاؤ ہوتا ہے وہ بھٹو کے ساتھ نہیں ہو رہا ہے۔ حالانکہ شریعت اسلامیہ کی رو سے بڑے چھوٹے کا کوئی فرق نہیں ہے اس طرح کی مراعات دینی عدل اسلامی کے خلاف ہے کیا وہ مشقتی جسے بھٹو کی خدمت پر لگایا گیا ہے۔ اگر وہ قاتل ہوتا تو اس غریب کی بھی اس [illegible] جگت ہوتی کیا کوٹ لکھپت [illegible] گیا پر تکلف کھانا حتیٰ کہ شراب تک نہیں پہنچائی گئی اور کیا پنڈی میں بھی ایسا نہیں کیا گیا اور رہن سہن کی غیر معمولی سہولتیں نہیں دی گئیں۔ اگر ایسا ہے تو عدل کیسا؟

اگر مقتول کے وارثوں کی رضامندی کیخلاف کوئی حاکم قاتل کو معاف کرتا ہے تو وہ ایف ایس ایف کے آدمیوں کی طرح مجرم ہے بلکہ ان سے بڑا مجرم ہے کہ عدم مجبوری کے باوجود قاتل کو چھوڑ دیا اس طرح حاکم شریک قتل ہو جاتا ہے اور شرعی طور پر اس سے باز پرس کی جا سکتی ہے۔ ایف ایس ایف والے پھر بھی مجبور تھے دیکھا جائے تو ایف ایس ایف والوں کو پھانسی دینا درست نہیں کیونکہ ایک اسلامی مملکت کے سربراہ نے انہیں حکم دیا تھا اور ان سے عہد لیا گیا تھا کہ وہ بے چون وچرا حکم کی تعمیل کریں گے۔ انہیں یہ بتایا گیا تھا کہ ان سے ایک ایسے شخص کو قتل کرایا جا رہا ہے جو پاکستان کے لیے خطرہ ہے اور پاکستان کی حفاظت کا ان سے عہد لیا گیا تھا۔ اسلامی تاریخ میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ بادشاہوں، حاکموں اور جرنلوں نے حکم دیا کہ فلاں شخص کو چپکے سے قتل کر دیا جائے کیونکہ وہ حکومت کا نافرمان ہے۔ بعض جرنلوں نے خود ایسا کیا۔ رسول اللہؐ نے حضرت خالدؓ اور حضرت علیؓ کو فرمایا کہ فلاں شخص کو جا کر قتل کر دو حالانکہ وہ برسرِ پیکار نہ تھے۔ معلوم ہوا کہ حاکم وقت کو مصلحتاً کسی کو قتل کرانے کا اختیار ہے مگر یہ بات کسی عادل کے حق میں تو درست ہے بھٹو کے حق میں درست نہیں لیکن اگر کوئی شخص کسی اسلامی مملکت کا سربراہ ہے اور وہ اپنے کفر کا اعلان نہیں کرتا، مسلمانوں میں اپنا شمار کراتا ہے تو ہم اسے کافر نہیں کہہ سکتے خواہ وہ چھپا ہوا کافر ہو۔ یہ بات اللہ اور اس کے درمیان ہوگی مگر شریعت تو ظاہر کے مطابق حکم دے گی۔ یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا بھٹو نے صحیح کاز کے لیے ایسا کرایا اور کیا وہ ملک کو صحیح راہ پر چلا رہے تھے کہ انہیں اس قسم کا حق دیا جائے۔

ایجنسی ہولڈروں سے التماس

ہر مہینہ کی دس تاریخ تک بلوں کی رقوم ارسال کر دیا کریں۔

(ادارہ)

رواں دواں

زاہد بلند شہری

معاہدہ امن اور اقتصادی مقاطعہ

اشتہار بازی کے جدید طریقے

گزشتہ چند ہفتوں سے امریکی حکومت مصر اور اسرائیل کے درمیان جس امن معاہدے کے لیے تگ و دو کر رہی تھی اس پر گزشتہ پیر کو واشنگٹن میں دستخط ہوگئے اسے مصری اسمبلی اور اسرائیلی پارلیمنٹ نے بھی منظور کر کے قانونی شکل دے دی ہے۔

صدر کارٹر ایک عرصہ سے ایسے معاہدے کی جستجو میں سرگرداں تھے اس سے قبل ان کے پیشرو صدر فورڈ بھی ہنری کسنجر کی سفارتی کوششوں کے سہارے اس سلسلے میں خاصی پیش رفت کر چکے تھے۔

حالیہ امن معاہدہ کے خلاف عرب ملکوں نے جو سخت رویہ اختیار کیا ہے وہ نہ صرف مصر بلکہ امریکہ کے نزدیک بھی متوقع تھا۔

حکومت پاکستان نے اس معاہدے سے متعلق جو پالیسی بیان جاری کیا ہے اس میں اس معاہدے کی مخالفت کے لیے فلسطینیوں کے حقوق کو وجہ بنایا گیا ہے۔

عرب لیگ کے اجلاس میں جو فیصلے کیے ان میں مصر کا اقتصادی بائیکاٹ اور مصر سے سفارتی تعلقات منقطع ایسے امور پر سختی سے زور دیا گیا ہے ادھر مصر نے بھی عرب لیگ سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ جو مصر کی عرب بھائیوں سے علیحدگی کی طرف پہلا قدم ہے۔

مصر اسرائیل امن معاہدے کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہوگئی ہے کہ اسرائیل اور مغربی طاقتیں فلسطینیوں کو ان کے حقوق کے حصول میں دشواریاں پیدا کرنے کے لیے مصر کو استعمال کر رہے ہیں۔

ایسی صورتحال میں نہ صرف فلسطینیوں بلکہ تمام عالم عرب کو اپنی مسلح جدوجہد تیز تر کر دینی چاہیے بصورت دیگر اسرائیل عنقریب لبنان اور اردن ایسے چھوٹے ملکوں کو آسانی ہڑپ کر لے گا یا اپنے عسکری دباؤ میں رکھ کر ہمیشہ کے لیے انہیں سرنگوں رکھے گا۔ مصر نے اسرائیل سے معاہدہ کیوں کیا؟

یہ سوال آج ہر شخص کے ذہن میں گردش کر رہا ہے اس کا جواب تو مصری حکومت یا صدر انوار السادات ہی بہتر طور پر دے سکیں گے۔ تاہم ہمارے نزدیک اس معاہدے کے معرض وجود میں آنے کی بڑی اور اہم وجہ مصر کی تباہ حال اقتصادیات اور دفاعی سامان کی کمی ہے جسے سہارا دینے اور مستقبل میں تباہی سے بچانے کے لیے سادات معاہدہ کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ مصر کو سب سے بڑا اقتصادی دھچکا اس وقت لگا جب سادات نے برسر اقتدار آنے کے بعد ۲۰ ہزار روسی ماہرین کو دیس نکالا دیا اس کے بدلے میں سوویت روس نے مصری اقتصادی امداد بند کر دی۔

دوسری مرتبہ ۱۹۶۷ء کی جنگ میں اور تیسری مرتبہ ۱۹۷۳ء کی مصر اسرائیل جنگ میں ناقابل تلافی نقصان ہوا۔ جسے پورا کرنے کے لیے مصر آج تک مغربی اور یورپی ملکوں سے مدد مانگ رہا ہے اور یہ بات بھی صاف ظاہر ہے کہ جب بھی عرب اسرائیل جنگ ہوئی ہے دوسرے عرب ملکوں کی نسبت مصر کو براہ راست اسرائیل کا زیادہ مقابلہ کرنا پڑا۔ ہزاروں کلومیٹر پر پھیلی ہوئی (اسرائیلی غیر قانونی) سرحد پر ہر وقت جنگ کے خطرات منڈلاتے رہے ہیں اور ملک بھر میں ہنگامی صورت کا سا سماں ہوتا ہے۔ مگر دوسری طرف دیکھا جاوے تو پتہ چلتا ہے کہ مصر اسرائیل حالیہ معاہدے سے مستقبل میں جو نقصانات ہو سکتے ہیں وہ جنگی نقصانات سے کہیں زیادہ ہیں۔

سب سے بڑا نقصان تو مسجد اقصیٰ کی واگزاری میں مکمل جمود ہے جو ایک طرح سے مصر نے قبول کر لیا ہے۔ دوسرا یہ کہ عرب ممالک کا وہ عزم اور قول بھی بے وزن ہو جاتا ہے جس کے مطابق انہوں نے اسرائیل سے کوئی بھی معاہدہ نہ کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے اس معاہدے سے عرب کاز کو جو نقصان پہنچا ہے اس کا اندازہ لگانے کے لیے صدر انور السادات کی وہ پریس کانفرنس کافی ہے جو انہوں نے امریکی سینیٹ کی خارجہ تعلقات کی کمیٹی سے خطاب کے بعد کی۔ اس میں انہوں نے کہا کہ بیت المقدس تقسیم نہیں کیا جاوے گا بلکہ اس کا انتظام عرب اور یہودیوں کی مشترکہ کونسل چلائے گی۔ البتہ صدر سادات نے یہ بات زور دے کر کہی کہ عربوں کو ان کے اکثریتی علاقوں سے مختار کل کی حیثیت حاصل ہونی چاہیے۔

اس معاہدے کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ اس میں شام کی جولان کی پہاڑیاں دریائے اردن کا مغربی علاقہ اور صحرائے سینا کے وسیع مصری علاقے کی واپسی کے متعلق وضاحت نہیں ہو سکی۔ نیز یہ کہ عربوں اور اسرائیل کے درمیان سب سے بڑا تنازعہ فلسطین کا قیام ہے۔ اس کا بھی اس معاہدے میں ذکر ندارد!

پہلے کی نسبت اب تو فلسطینیوں کے حقوق کی بازیابی اور فلسطینی ریاست کا قیام فلسطین سے نکل کر عالم انسانیت کا بین الاقوامی مسئلہ بن گیا ہے اور جب تک یہ مسئلہ حل نہیں ہو جاتا نہ صرف مصر اسرائیل بلکہ عرب اسرائیل متفقہ معاہدہ بھی ادھورہ ہوگا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ معاہدہ عرب ممالک میں پھوٹ ڈالنے کی ایک سازش ہے۔ جو کسی حد تک کامیاب ہو چکی ہے۔ اور عرب ممالک مصر کی اقتصادی ناکہ بندی کر رہے ہیں مصر سے سفارتی نمائندوں کی واپسی سے متعلق بھی عرب لیگ کے تمام ارکان

منتفق ہیں۔ سعودی حکومت نے بھی کافی سوچ بچار کے بعد مصر کی امداد بند کر دی۔ عرب ملکوں کا یہ اقدام بظاہر تو موقع کی مناسبت سے درست ہے مگر عرب ممالک کو اس قسم کے فیصلے کرنے سے پہلے مستقبل کے اسرائیلی عزائم کو سامنے رکھنا چاہیے کہ وہ مصر کی مخالفت کر کے بالواسطہ امریکہ اور مغربی ممالک کے سازشی ہاتھوں کو مضبوط تو نہیں کر رہے ہے؟

ہمارا مقصد یہ نہیں کہ وہ معاہدہ کو قبول کر لیں بلکہ یہ ہے کہ عرب ممالک مصر اسرائیل معاہدے کو قبول تو نہ کریں البتہ مصر کی اقتصادی و معاشی امداد جاری رکھیں کیونکہ اس طرح بائیکاٹ سے مصر کی رہی سہی معیشت تباہ ہو جائے گی اور آئندہ کبھی بھی مصر اسرائیل کی اینٹ کا جواب پتھر سے نہیں دے سکے گا۔ جس کا سراسر نقصان خود عربوں اور فلسطینیوں کو ہوگا۔ اس کا شکار عراق۔ ایران اور پھر پاکستان بھی ہو سکتا ہے؟

دور سابق میں اشیائے ضرورت کی فروخت بلا کسی جد وجہد کے ہوا کرتی تھی۔ ذرائع آمد و رفت کی قدامت اور آبادیوں میں غیر معمولی دوری اس سلسلے میں فروخت کنندگان کی معاون ثابت ہوتی تھی مشینی دور کے انقلاب اور آبادی میں اضافے کی غیر یقینی صورتحال نے ہر قسم کی پیداوار میں اضافے اور پھر اسے فروخت کرنے کے سلسلے میں نت نئے طریقہ جات بھی خود بخود انسان کو سکھا دیئے۔

ہاتھ سے بنائی جانے والی اشیاء اب مشینوں سے تیار کی جاتی ہیں۔ کم وقت میں زیادہ پیداوار اور پھر اس پر طرہ یہ کہ ایک ہی چیز کو بنانے اور تیار کرنے والے سینکڑوں لوگوں اداروں اور کارخانوں نے اپنی اشیاء پیداواری کو فروخت کرنے میں تیزی دکھانے کی خاطر نئے نئے طریقے اپنائے۔

ابتدا میں ریلوں۔ بسوں اور لاریوں کے مستقر پر آواز لگا کر فروخت کرنے کا طریقہ اپنایا گیا بعد ازاں اس میں ترقی ہوئی اور چھوٹے چھوٹے اشتہار بھی شائع ہونے شروع ہوئے ان چھوٹے اشتہاروں کی شکل بعد میں بڑے اشتہاروں نے لے لی اور پھر نوبت یہاں تک پہنچی کہ اخبارات میں باقاعدہ اشتہار بازی شروع ہوگئی۔ اس سے ایک قدم اور آگے ریڈیو کو اشتہار کا ذریعہ بنایا گیا اس سے بھی بات نہ بنی تو ٹیلیویژن اور سینماؤں میں اشتہاروں نے جگہ حاصل کر لی۔

موجودہ مروج اشتہار کے طریقوں میں بھی کچھ ادارے جدت پیدا کرتے ہیں وہ اس طرح کہ اشتہار کی مقررہ ۹۰ فیصد جگہ بالکل سادہ چھوڑ دی جاتی ہے۔ آخری حصے میں ادارے اور چیز کا نام نہایت چھوٹے لفظوں میں لکھا جاتا ہے یہ اس لیے کہ قاری رسالے یا اخبار میں اتنی سفید جگہ دیکھ کر تذبذب میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ مبادا اخبار والے یہاں چھاپنا بھول گئے ہیں اور اسی تذبذب میں وہ اشتہار کی پوری جگہ کو دیکھتا ہے نتیجتاً وہ ادارے اور مشتہر چیز کا نام بھی پڑھ لیتا ہے اشتہار کی ایک قسم یہ بھی ہے۔ لاہور کا ایک بازاری حکیم کا اشتہار کچھ یوں شائع ہوتا تھا۔ سب سے اوپر موٹی عبارت یہ ہوتی "علاج مفت" نیچے لکھا ہوتا صرف دس روپے دے کر علاج مفت کروائیں۔

ہمارے ایک محترم ساتھی نے کراچی میں اپنی دودھ کی دوکان کا اشتہار یوں شائع کروایا۔ "دستگیر ہیں خدا" یہ تین لفظ خاصے جلی قلم سے لکھے ہوئے تھے اس کے نیچے باریک قلم سے ان تینوں لفظوں کو دوسری عبارت سے نہایت خوبصورت انداز میں جوڑا گیا تھا۔ ملا کر پڑھنے سے عبارت یوں بنتی ہے۔ "دستگیر میں خدا کے فضل سے خالص دودھ ہماری دوکان سے دستیاب ہے"۔

ایک مرتبہ غیر ممالک میں پاکستانیوں کو بھیجنے والے اداروں کو اشتہار بازی سے منع کر دیا گیا۔ ایک فرم نے اخبار کو اشتہار دیا مثال ملاحظہ ہو۔ "سکائی انٹرنیشنل اوورسیز" یہ موٹے لفظوں میں لکھا گیا بعد ازاں تحریر یہ تھی۔ "اپنے کرم فرماؤں کو مطلع کرتی ہے کہ اس نے اپنا دفتر ۱۔۱ ایبنگل روڈ سے تبدیل کر کے ۴۸۔۲ فریزیانہ سٹریٹ منتقل کر لیا ہے"۔ اور اس کے بعد پھر جلی حروف میں تحریر تھا کہ "باہر جانے والے تمام حضرات اب نئے پتہ پر رجوع فرمائیں"

اس کے علاوہ آج کل اشتہار دینے اور اپنی اشیاء کو پیشگی زیادہ فروخت ہونے والی ثابت کرنے کے لیے نیا طریقہ اپنایا گیا ہے اس کی مثال ملاحظہ فرمائیں "شاہین پبلک نوٹس" ہمارے موکلان میسرز شاہین ورکس واقع ۲۶ گرین فیڈ سٹریٹ لاہور جو شاہین باسکٹ شاہین کے ٹریڈ مارک کے تحت بناتے ہیں۔ نے ہمیں ہدایت کی ہے کہ ہم عوام اور گھریلو اشیاء فروخت کنندگان کو مطلع کریں کہ درج ذیل ٹریڈ مارک ایکٹ ۱۹۱۱ کے تحت رجسٹرڈ کئے جا چکے ہیں۔ ہمارے موکلان نے ہمیں اطلاع دی ہے کہ بعض نقال ان کے رجسٹرڈ ڈیزائن کی بڑھتی ہوئی شہرت کو دیکھتے ہوئے اس کی خلاف ورزی کر رہے ہیں اور اپنی مصنوعات کو شاہین باسکٹ کی نقل کر کے ناجائز فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔ ایسے نقالوں کو بذریعہ نوٹس ہذا مطلع کیا جا رہا ہے کہ وہ غیر اخلاقی حرکت بند کر دیں۔ ورنہ ان کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی اس کی تمام تر ذمہ داری ان پر عائد ہوگی۔ عوام سے گزارش ہے کہ ہماری مصنوعات خریدتے وقت شاہین کا نشان ضرور دیکھیں"

مندرجہ بالا نمونہ اشتہار آپ نے پڑھا۔ ہر قاری پڑھ کر محسوس کرے گا کہ ان کی مصنوعات اتنی شہرت حاصل کر گئی ہیں کہ دوسروں نے ان کی نقل کرنا شروع کر دی ہے اور پھر لازمی امر ہے کہ اس کی طبیعت اس چیز کو خریدنے پر مائل ہوگی۔

چانڈکا میڈیکل کالج کا معائنہ

لاڑکانہ۔ آج جمعیۃ علماء اسلام ضلع لاڑکانہ کے سرپرست اور ممتاز عالم دین حضرت مولانا علی محمد حقانی اور محمد اشرف خاں ایڈووکیٹ نے لاڑکانہ کے سول اسپتال کا (جو آج کل چانڈکا میڈیکل کالج ہاسپیٹل کے نام سے مشہور ہے) معائنہ کیا مذکورہ رہنماؤں نے پورا اسپتال دیکھا اسپیشل وارڈ، جنرل وارڈ، پرائیویٹ وارڈ اور آؤٹ پیشنٹ ڈور دیکھنے کے علاوہ انہوں نے اسٹور، آپریشن تھیٹر اور شعبہ حادثات بھی دیکھا انہوں نے مریضوں کی خراج پرسی کی اور ان کی شکایات سنیں مذکورہ رہنماؤں نے اسپتال کی کارکردگی پر اطمینان کا اظہار کیا اور اسپتال کے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ڈاکٹر غلام الرسول صاحب شیخ کی حسن کارکردگی کو سراہا۔

رپورٹ　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　عمیر الہاشمی

اہلِ کراچی قومی اتحاد کے ساتھ ہیں

پاکستان کا عروس البلاد جسے عرفِ عام میں روشنیوں کا شہر بھی کہا جاتا ہے یعنی کراچی جس کی وجہ امتیاز و افتخار ایک یہ بھی ہے کہ اس کے باسیوں نے ہر دور کے آمر و جابر کو علی الاعلان چیلنج کیا ہے اور کسی بھی ظالم حکمران کا کوئی بھی ستم آج تک ان کو آوازۂ حق بلند کرنے سے نہیں روک سکا اور اہلِ کراچی بھی اس ضمن میں کسی بھی "حکمت و رواداری" کو اپنا نا کتمانِ حق کے مترادف سمجھتے رہے بقول اقبال مرحوم ؎

یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الٰہ الا اللہ

حسبِ روایت بھٹو آمریت کو چیلنج کرنے کا سہرا الحمد للہ کراچی کے سر ہے۔ سب سے پہلے انہوں نے ہی پیپلز پارٹی کی تشکیل کردہ تنگ نظر صوبائی حکومت کے خلاف مظاہرے کئے اور پھر بھٹو کی مزدور دشمن پالیسی کے خلاف بطور احتجاج اپنی کشادہ شاہراہیں خونِ مزدور سے لالہ رنگ کر دیں اس پر بھی داستان جور و ستم ختم نہیں ہوتی بلکہ جب فرعونِ وقت بھٹو کی صورت میں لیاقت آباد کے جلسہ عام میں ملک کے حکمران کی حیثیت سے نمودار ہوا تو اہلِ لیاقت آباد نے اس کے چہرے کے لیے جوتوں کا آئینہ پیش کیا جس میں وہ اپنی بھیانک شکل کا عکس دیکھ کر کھڑا ہونے کی تاب نہ لا سکا اور اس طرح لاکھوں روپے کے صرفہ سے منعقد ہونے والا جلسہ عام بہت سے صوبائی وزراء کے نمبر کم کرنے کا باعث بن گیا۔

اور پھر قیام پاکستان کے بعد پاکستان میں تاریخی بے نظیر و عدیل تحریکِ نظام مصطفےٰ کا آغاز ہوا تو کراچی کا ہر ہر باسی تحریک کے ہر ہر مرحلہ پر مجسم "اتحاد" اور سراپا احتجاج بن گیا۔ چلتی گاڑیوں کے سامنے نوجوانوں کا پٹڑیوں پر لیٹ جانا، فوج کی وارننگ کے باوجود ریڈ لائن کراس کر جانا اور پھر گولیوں کی تابڑ توڑ بارشوں میں سینہ کھولے نونہالانِ وطن کا پروانوں کی مانند جھپٹنا ایسے "افسانوی" واقعات کراچی ہی میں وقوع ہونے کا شرف حاصل کر سکے۔ اسی لیے ادوار سابقہ میں بعض مقربینِ شاہ کراچی کو اپوزیشن کے شہر کا عنوان دیتے رہے۔ اور یہ بات کسی حد تک درست بھی معلوم ہوتی ہے لیکن تحریکِ نظام مصطفےٰ کی بے مثال کامیابی کے بعد بعض سیاسی نابالغوں نے کراچی کو اسی عنوان سے استعمال کرنے کا منصوبہ بنایا کیونکہ وہ دورانِ تحریک پاکستان قومی اتحاد کی بے پناہ عوامی حمایت و مقبولیت کی بیساکھیوں کے بل پر خود کو اس تمامی حمایت و مقبولیتِ عامہ کے مستحق اولین سمجھنے کی خوش فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ لہٰذا تحریک کی عزوی کامیابی کے بعد وہ اتحاد کا جوا اتار کر تمام مقبولیت کو تنہا سمیٹنے کے لیے موقع کے انتظار میں مضطرب و بے قرار ہو گئے اور پھر بالآخر ایک صاحب نے یہ جسارت کر ہی ڈالی لیکن ایک اور صاحب نے "بو تو چل میں آیا" کے مصداق اپنی سیاسی حکمتِ عملی یوں مرتب کی کہ جب تمام تر عوامی طعن و تشنیع کے تبرکات کا حقدار "صاحب اوّل" قرار پا جائے تو پھر موقعہ کی نزاکت سے تمام تر فائدہ خود اٹھا کر "ہری جھنڈی" دکھا دی جائے۔ اور حسنِ یا سوءِ اتفاق یہ کہ ہر دو حضرات کراچی کے عوام کو کاٹھ کا الّو سمجھتے ہوئے اپنی پشت پناہی پر سمجھتے رہے اور اپنے تئیں کراچی کا نمائندہ بھی۔ اس خیال کو ان کی گزشتہ سرگرمیوں اور پاکستان قومی اتحاد کی سرد مہریوں سے بھی تقویت پہنچتی رہی لیکن کراچی کے عوام مضطرب و پریشان تھے کہ وہ اس صورتحال سے کس انداز میں سامنا کریں کیونکہ بظاہر ہر دو طرف اسلام اور جمہوریت کی بات تھی ایک عام آدمی کراچی کے متعلق مجموعی طور پر کوئی فیصلہ دینے میں تذبذب کا شکار ہوتا تھا کیونکہ قومی اتحاد سے نکلے ہوئے لوگوں نے اپنی تمام تر طبع آزمائی اور جولانیوں کے لیے کراچی کو اوّلیت دے رکھی تھی اس کے برعکس پاکستان قومی اتحاد جبکہ کراچی سے حکومت میں تقریباً پانچ وزراء شامل ہیں۔ کراچی کو جیب کی گھڑی ہی سمجھتا رہا۔

حسنِ اتفاق کہ پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ اور دیگر قائدین اپنے دورۂ سندھ کے اختتام پر ۱۵ مارچ کو کراچی پہنچے تو عام آدمی کی یہ الجھن بھی کافی حد تک دور ہو گئی کہ کراچی کس کے ساتھ ہے؟

اگرچہ قائدین اتحاد کی آمد سے متعلق کراچی میں خاطر خواہ پروپیگنڈہ نہیں ہو سکا نہ اخبار میں اشتہارات اور نہ ہی عام پوسٹر لائق شان تھے۔ بہر حال اس ضمن میں مجموعی طور پر پاکستان قومی اتحاد ہی ذمہ دار ہے اور یہ حکمت بھی وہی بہتر سمجھتا ہے کہ ایسا کرنے میں کیا مصلحت تھی حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان قائدین جبکہ خصوصی طور پر صدر قومی اتحاد حضرۃ مولانا مفتی محمود صاحب ایک طویل عرصہ بعد غالباً نشتر پارک کی تقریر کے بعد پہلی مرتبہ اور پھر اتحاد کی شکست و ریخت کے بعد بھی پہلی مرتبہ ہی تشریف لا رہے تھے اور ستم یہ کہ مخالفین اتحاد کو زعم بھی کراچی پر ہی تھا لیکن ان تمام تر حالات و واقعات کے بعد بھی پروپیگنڈہ مہم کی سستی ایک عام فہم آدمی کی پہنچ سے بالا تھی بلکہ خلقِ خدا میں سے بہت سے لوگوں کو کہتا سنا ہے کہ کراچی میں ایک عنصر مفتی صاحب کی شہرت سے خاصہ الرجک ہے اور اتفاق سے اس مرتبہ اس آمدہ وفد میں مفتی صاحب ہی مفتی صاحب نظر آ رہے تھے یا پھر نوابزادہ نصر اللہ خان صاحب۔

اخباری خبر کے ذریعہ معلوم ہوا کہ قائدین قومی اتحاد کا استقبال سپر ہائی وے کے اٹھارویں میل پر کیا جائے گا۔ ہم بھی اس سلسلے میں مزید معلومات کے لیے جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن پہنچے۔ وہاں سماں ہی کچھ اور تھا جمعیۃ علماء اسلام، جمعیۃ طلباء اسلام اور

سواد اعظم اہلسنت کے کارکن استقبالیہ تیاریوں میں مصروف تھے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے آرڈر دیئے ٹرک اور سوزوکیاں پہنچ گئیں۔ تمام کارکن اور مدارس کے سینکڑوں طلبا، ٹرک اور سوزوکیاں لاتعداد موٹر سائیکلیں اور پاکستان قومی اتحاد کے بے شمار کارکن اپنے قائدین کے استقبال کے لیے پہلے سے چشم براہ تھے۔ تقریباً ایک بجے دوپہر قائدین کا قافلہ حیدر آباد سے سپرہائی وے چنگی پہ پہنچا تو ہجوم فرطِ جذبات سے بے قابو مختلف نعروں سے گونج اٹھا سپرہائی وے کے سناٹے میں نعروں کا لطف کچھ اور ہی دوچند ہوگیا۔ سب سے آگے پاسبان ملت قائد اسلامی انقلاب حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کی گاڑی تھی۔ ازاں بعد مقررِ مدلل رہبرِ بے مثل جناب نوابزادہ نصراللہ خان، مولانا جان محمد عباسی، خان محمد اشرف خان کی گاڑیاں تھیں اور قومی اتحاد سندھ کے سربراہ سید محمد شاہ امروٹی حضرت مفتی صاحب کے ساتھ گاڑی ہی میں تشریف رکھتے تھے۔ حیدر آباد سے بھی کافی حضرات اپنے قائدین کے ہمراہ کراچی پہنچے تھے۔ جن میں حاجی کرامت اللہ جناب شبیر احمد، جناب عبدالشکور قریشی اور میرپور خاص سے جناب اسلم شیخ نمایاں تھے۔ چند ہی لمحوں میں ایک عظیم جلوس کی شکل بن گئی جلوس نعروں کی گونج ہی جانب شہر روانہ ہوا لیکن ابھی تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ سہراب گوٹھ میں وہاں کی مقیم پختون آبادی نے استقبالیہ کیمپ بنایا تھا اور سینکڑوں شیدائی سپرہائی وے پر شاہراہ کو بند کئے کھڑے تھے وہاں انہوں نے انتہائی خوبصورت آرائشی محرابیں اور بہترین جلسہ کا انتظام پہلے سے کیا ہوا تھا۔ ان کے بے حد اصرار پر جلوس کو وہاں رکنا پڑا اور حضرت مفتی محمود صاحب نے وہاں ایک عظیم الشان جلسہ سے پشتو میں خطاب کیا۔ سہراب گوٹھ کے پختون مفتی صاحب کے پشتو خطاب سے بڑے محظوظ ہورہے تھے مگر ہمارا معاملہ کچھ یوں تھا کہ۔

زبانِ یارِ من پشتو و من پشتو نمی دانم۔

اس جلسہ سے فارغ ہونے کے بعد عوام کا یہ سیل بے پناہ پھر اپنی منزل کی طرف یعنی بنوری ٹاؤن روانہ ہوا۔ سہراب گوٹھ کے ہزارہا افراد جنہوں نے مفتی صاحب کی موجودگی میں اپنی تمام اکاخیل برادری سمیت جمعیۃ علماء اسلام میں شمولیت کا اعلان کیا۔ شامل جلوس ہوگئے۔ جلوس کی حالت، شرکاء کی عقیدت، اور عوام کی حیرت دیدنی تھی۔ جلوس شاہراہ پاکستان فیڈرل بی ایریا کریم آباد سے ہوتا ہوا جب لیاقت آباد (لالوکھیت) پہنچا تو ایسے محسوس ہورہا تھا کہ بھٹو دور کی تحریک نظامِ مصطفیٰ کا دور ہے۔ جگہ جگہ عوام اپنے قائدین پر عقیدت کے پھول نچھاور کررہے تھے۔ کریم آباد اور یوسف پلازا پر بھی علاقے کی تنظیم کی طرف سے اور مختلف لوگوں نے زبردست گلپاشی کی۔ لیاقت آباد میں مختلف مقامات پر ڈھیروں پھول مفتی صاحب پر نچھاور کئے گئے پوری فضا اتحاد اور اسلام کے نعروں سے مترنم ہورہی تھی اس جلوس نے عوام کی خوابیدہ محبت وعقیدت کو یکدم بیدار کردیا۔ عوام چیخ چیخ کر اتحاد اتحاد اور اسلام کے نعرے لگا کر ایک مرتبہ پھر اپنی وابستگی کا اعلان کررہے تھے اور بالواسطہ طور پر انتشار، افتراق پھیلانے والوں سے اظہارِ بیزاری اور اعلانِ لاتعلقی بھی۔ یادگار یہ عظیم تاریخی جلوس لیاقت آباد سے تین ہٹی اور جہانگیر روڈ سے ہوتا ہوا تقریباً ساڑھے تین بجے جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن

ادریس ہوشیارپوری

فوج کا کردار اور اس کا آئینی تحفظ

خدشات اور اندیشے

صدر مملکت جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے حال ہی میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اس بات کی ضرورت ہے کہ آئین کے تحت فوج کا کردار متعین کیا جائے" اور اس سلسلہ میں آئین میں ترمیم ہونی چاہیئے۔

شومئی قسمت سے پاکستان میں سیاست اور سیاسی اداروں کو کبھی مکمل بالادستی حاصل نہیں ہو سکی۔ اس کے اسباب و عوامل پر بحث کرنے کا نہ یہ موقع ہے اور نہ ہی اس کی طوالت اس بات کی اجازت دیتی ہے۔ سیاسی اداروں کی بالادستی نہ ہونے کے باعث ملک گوناگوں مسائل کی آماجگاہ بنتا رہا۔ نہ صرف عوامی اور بنیادی حقوق براہ راست اس کی زد میں آئے بلکہ جمہوریت کی اقدار بھی نہ پنپ سکی، جس سے عوام یہ سمجھتے کہ کس نظام کے تحت ان کے حقوق کا تحفظ ہے اور انہیں اپنے [illegible] کے سلسلہ میں تحفظ کا احساس پیدا ہوتا۔

یہ درست ہے کہ موجودہ مارشل لاء ملک میں پیدا شدہ ایسے ناگزیر حالات کے باعث تھا کہ بھٹو کی عاقبت نااندیش پالیسی کے باعث اسے وقت کی ضرورت قرار دیا گیا اور عدالت عالیہ نے بھی اس کی تصدیق کی۔ تاہم سیاسی راہنماؤں کے مذاکرات آخری مراحل میں تھے اور قومی اتحاد میں وقتی ضرورت کے تحت شامل ہونے والے وہ افراد جو آج مارشل لاء کی مخالفت میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔ خود ہی فوج کو خطوط لکھ کر "دعوت اقتدار" دے رہے تھے اور موجودہ مارشل لاء میں ان کی براہ راست اگرچہ پوری ذمہ داری نہ ہو۔ لیکن یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ ان کی اس غلطی کے باعث بھی مارشل لاء کی راہ ہموار ہوئی اور مذاکرات تعطل کا شکار ہوئے۔ ورنہ

سابق وزیر اعظم مسٹر بھٹو اپنی کرسئی اقتدار سے معزول ہونے سے چند لمحے قبل یہ کہہ چکے تھے کہ قومی اتحاد کے بعض لیڈروں کی طرف سے مزید نکات پیش کئے جا رہے ہیں وہ ان پر مزید بات کرنے کو تیار رہیں۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ ان نکات پر مزید بحث کرنا سود مند ہوتا یا ضاعت وقت کا باعث ہوتا۔ لیکن قانون کی دنیا میں یہ بات بہرحال ماننی ہوگی کہ مذاکرات کامیاب جا رہے تھے اور قومی اتحاد کے سرکردہ راہنما جو براہ راست مذاکرات میں حصہ لے رہے تھے وہ مذاکرات کے نتائج اور حاصل کردہ تحفظات سے مطمئن تھے اور وہ مارشل لاء کی بجائے انتخابات ہی چاہتے تھے خواہ اسکے نتائج ان کے حق میں ثابت ہوتے یا ان کی توقعات کے برعکس اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مسٹر بھٹو اپنی نیت کے بارے میں کسی حد تک بھی صفائی سے کسی کو اطمینان نہیں دلا سکتے تھے اور نہ ہی زخم خوردہ قوم ان کے ارادے میں انہیں [illegible] آمادہ ہوتی۔ تاہم برادر سعودی عرب اور دوسرے ممالک جو دونوں سیاسی پارٹیوں کے درمیان مفاہمت اور مصالحت کا کردار ادا کر رہے تھے، مسٹر بھٹو سے اس بات کی ضمانت دلوا رہے تھے کہ وہ انتخابات کی آزادی و انصاف پر اثر انداز نہیں ہو سکیں گے اور تحریک کے بھرپور ولولوں اور جذبوں کے پیش نظر اتنی سرعت میں مسٹر بھٹو بھی ایسا نہ کر پائے۔

بہرحال موجودہ مارشل لاء اگرچہ وقت کی ایک ضرورت تھا اور اسے عوام نے قبول بھی کیا۔ لیکن بہرحال مارشل لاء مسائل کا حل نہیں تھا کہ اسے قبول کر لیا جاتا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اسے مستقل بھی مان لیا جائے اور اسے مستقل تحفظ دینے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔

سابقہ دور میں مسٹر بھٹو کی حکومت سے قبل بھی ملک اپنی مجموعی عمر کے لحاظ سے تقریباً فوج کی گرفت میں رہا ہے۔ عوام نے جب کبھی اپنے حقوق کے لئے سرگوشی کی اور سربرآوردہ راہنماؤں نے قوم کے سیاسی شعور کو بیدار کر کے انہیں سڑکوں پر لا کھڑا کیا اور ظلم و تشدد کو ختم کیا تو اس کا نتیجہ عوام کے لئے مایوس کن رہا، اس مایوسی کی ذمہ داری... عوامی اور قومی راہنماؤں پر کسی صورت میں عائد نہیں ہو سکتی۔ جب تحریکیں بنیادی طور پر آخری مرحل میں داخل ہوئیں اور منفی مقاصد پورے ہوئے تو فوراً فوج نے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ کچھ دیر مارشل لاء کا کوڑا پوری قوم کے سر پر آویزاں رہا، سیاست کے دروازے بند رہے، سیاسی عمل تعطل کا شکار رہا اور پھر" اپنے من" کے آئین تیا کر اسے اپنی پسند کا نام دیا گیا۔ اس بات پر قطعی طور پر انکار کی گنجائش نہیں ہے کہ مسائل بڑھتے رہے، پیدا ہوتے رہے ملک اضمحلال اور اضطراب کا شکار ہوتا رہا، تو اس کی بنیادی وجہ سیاسی عمل کا تعطل اور اس کا فقدان رہا ۔۔۔ ایوب خان جاتے ہوئے یحییٰ خان کو اقتدار سونپ گئے اور یحییٰ خان قابض ہو گئے۔ اگر مشرقی پاکستان کا المیہ پیش نہ آتا تو انتخابات ہونے کے بعد بھی یحییٰ خان اقتدار نہ چھوڑتے اور چھوڑتے بھی تو اپنے ہی کسی رفیق کو ملک سونپتے۔ یہ تو سانحہ ڈھاکہ پیش آیا تو وہ مجبور ہو گئے کہ اب فوج کو کبھر ملک کی گرفت چھوڑنی ہوگی ۔۔ بہرحال پاکستان کے ماضی کے احوال میں جہاں دیگر عوامل اقتصادی اور سیاسی بدحالی میں کارفرما رہے ہیں وہاں فوج کے نمائندگان کا اقتدار پر قبضہ بھی ایک بڑا اور موثر سبب تھا۔

اور دیکھا جائے تو اصل سبب اقتدار پر غیر منتخب لوگوں کا ہی قبضہ تھا جس کے نتیجہ میں ہزارہا مسائل پیدا ہوئے اور مشرقی پاکستان کا بھی المیہ رونما ہوا، اسلئے اس بات کی قطعاً گنجائش نہیں رہ جاتی کہ فوج کے کردار کو آئینی تحفظ دیا جائے اور ملکی معاملات میں براہ راست اس کے عمل دخل کو قبول کر لیا جائے اس کے لئے آئین میں ترمیم کسی بھی سیاسی جماعت اور عوامی فکر و نظر کی حامل کوئی بھی جماعت اسے قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوگی۔ اور اگر موجودہ صدر مملکت اس بات کو لازمی خیال کرتے ہیں کہ فوج کا کردار آئینی تحفظ اور نگہداشت چاہتا تھا تو اس کے لئے موجودہ حالات میں آئین میں ترمیم کرنا۔ ایک مہلک بات ثابت ہو سکتی ہے۔ ------

پہلی بات تو یہ ہے کہ ہماری فوج کا ملکی آزادی اور جنگ آزادی میں وہ کردار نہیں ہے جو دنیائے اسلام کے دیگر ممالک میں فوج کا کردار تھا۔

عالم اسلام کے بیشتر ممالک مسلح جدوجہد کے بعد آزاد ہوئے اور ملکی آزادی میں فوج کا بھرپور کردار ہے جبکہ پاکستان میں صورت حال قطعاً اس سے مختلف ہے۔ پاکستان کو آزادی سیاسی رہنماؤں کی قیادت خصوصاً قائداعظم محمد علی جناح کی مدبرانہ قیادت کے زیر کمان چلنے والی تحریک اور عوامی... کوششوں کے نتیجہ میں ملی ہے۔ اس لئے اس ملک میں آئینی قیادت کے مالک عوام ہی ہو سکتے ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد پاکستان کے حصہ کی مسلمان فوج پاکستان کے حوالے کر دی گئی ورنہ جہاں تک جنگِ آزادی یا پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے لئے انتھک مساعی اور کوششیں تھیں اس میں موجودہ فوج کا کوئی کردار نہیں تھا۔ اس لئے نہ تو وہ اقتدار میں شریک ہو سکتی ہیں اور نہ ہی ان کو اقتدار میں شرکت کے لئے آئینی دعوت دی جا سکتی ہے۔

ترکی، برادر اسلامی ملک میں آئین کے تحت فوج کو ملکی معاملات میں عمل دخل کا حق حاصل ہے کیا اس سے ترکی کے حالات رو بہ اصلاح ہیں؟ قطعاً ایسا نہیں ہے۔ ترکی میں آج تک کوئی مستحکم حکومت قائم نہیں ہو سکی۔ اور آئے دن وہاں کوئی نئے سے نیا مسئلہ اٹھتا رہتا ہے اور اب بھی حکومتِ ترکی جن مشکلات اور غیر یقینی حالات کا شکار ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ (غالباً چھ شہروں میں اب بھی مارشل لاء ہے) ---- فوجی کردار کے کسی خاکے کو اگر تحفظ دینے کے لئے اس بات کو دلیل بنایا جائے کہ سیاستدان حالات کو خراب کر دیتے ہیں اور ملک دھینگا مشتی کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایسے میں فوج کا حرکت میں آنا داخلی تحفظ کے لئے ضروری ہو جاتا ہے ---- تو اس سلسلہ میں یہ عرض کرنا بے جا نہ ہوگا کہ ہمارے ملک میں موجودہ تحریک ایک بہت بڑی تحریک تھی۔ اس سے قبل کبھی بھی عوام نے سیاسی بالادستی کے لئے اتنے بھرپور عملی جذبے کا اظہار نہیں کیا اور بھٹو کی... ہٹ دھرمی کے باعث فوج کو اقتدار کی طرف آنا پڑا ---- لیکن ہم یہ بات بھی دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے برادر اور ہمسایہ ملک ایران میں ہمارے سے کہیں زیادہ بڑی اور کہیں زیادہ عرصہ تک شاہ ایران اور پھر شاہ پور بختیار حکومت کے خلاف ملک گیر پیمانے پر تحریک چلی ہے۔ مگر فوج نے بہت سمجھداری کا ثبوت دیا کہ اس نے اقتدار کی طرف للچاتی ہوئی نگاہ سے نہیں دیکھا بلکہ برملا اپنی غیر جانبداری کا اعلان کیا اور سیاسی معاملات میں عمل دخل سے خود کو محفوظ رکھا۔ یہ ایرانی فوج کا فیصلہ صحیح تھا اور حالات کی نزاکت سے میل کھاتا تھا۔ ورنہ ایرانی فوج کا سیاسی مسائل میں عمل دخل ایران کو آگ کے کسی اور بڑے دھانے پر بھی لا کھڑا کر سکتا تھا۔ ایک سیدھی سی بات ہے کہ عوام جو تحریک چلاتے اور جدوجہد کرتے ہیں کیا وہ اس لئے ہوتی ہے کہ اقتدار پر ان لوگوں کو فائز کر دیا جائے۔ جن کا تحریک سے کوئی تعلق اور کوئی واسطہ نہ ہو، ---- بلکہ اگر معاف رکھا جائے تو یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ فوج کی طرف سے تحریک کو دبانے کی کارروائی بھی ہوا کرتی ہے خواہ وہ کسی کے بھی حکم پر وجود میں آئے تو پھر کس طرح اس بات کا جواز رہ جاتا ہے کہ جدوجہد تو عوام کریں، قربانیاں عوام دیں، خون کے نذرانے عوام پیش کریں اور اقتدار پر مسلح افواج مسند نشین ہو جائیں اور اس سے زیادہ بڑی زیادتی عوام سے اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ اس جدوجہد کے نتیجہ میں ایک اقتدار پر فوج قابض ہو جائے اور پھر اپنے آپ کو آئینی تحفظ دینے کے لئے آئین میں ترمیم کی بھی بات کرے آئین میں موجودہ ترمیم کہ انتخابات غیر مخلوط ہونے چاہئیں ایک ایسی بنیادی ترمیم اور نظریۂ پاکستان کے بنیادی مقاصد میں سے ہے، عوام کے لئے قابل قبول ہو سکے گی۔ اگرچہ بعض جماعتوں کے سرکردہ راہنما تو اس کو بھی اختلافی بحث بنائے ہوئے ہیں، وہ اس کو بھی غیر منتخب نمائندوں کی جانب سے ایک زیادتی گردانتے ہیں، مگر بہرحال عوامی سطح پر اس کو پھر بھی تسلیم کیا جا سکتا ہے

اسی طرح اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے رائج کردہ اسلامی شقوں کو آئین میں شامل کرنا یہ بھی قابل اعتراض نہیں ہو سکتا۔ عوام اس کو قبول کر سکتے ہیں، سیاسی جماعتیں خاموش رہ سکتی ہیں لیکن فوج کے کردار کے بارے میں جو ایک ٹھیٹھ سیاسی مسئلہ ہے اور اس بارے میں کسی بھی سیاسی جماعت کو اختلاف نہیں ہے بلکہ اتفاق ہے کہ مارشل لاء کو آئینی تحفظ نہیں ملنا چاہیئے اور اس کے لئے آئین میں ترمیم تو زیرِ بحث بھی نہیں لائی جا سکتی تو پھر صرف فوج کے سرکردہ راہنماؤں کی طرف سے اس علاقہ کو اٹھانا اور آئین میں ترمیم کی بات کرنا حالات کو کسی اور طرف لے جا سکتا ہے اور اگر اس بات کو ملحوظ اور پیش نظر رکھا جائے تو پھر ادنیٰ دانشمند بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ فوج کو آئینی تحفظ ملنے کے بعد کیا نئی صورت حال جنم لے سکتی ہے اور ملک میں بعض سیاسی جماعتیں فوج کے ساتھ کس طرح ہمہ وقت "ساز باز" کے لئے آمادہ رہیں گی۔ اس کا نتیجہ سیاسی عمل کی بحالی کی بجائے ایک ایسا دروازہ کھولنا ہوگا۔ جس دروازے سے بآسانی جمہوریت کا گلہ گھونٹا جا سکتا ہے۔ اس لئے سیاسی معاملات میں فوج کو کسی اختیار دینے کا مطلب فوج کو سیاست میں ملوث کرنا ہوگا۔

اور پھر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ آئندہ آنے والے فوج کے سربراہ حالات کے نامساعد ہونے کا کیا پیمانہ بناتے ہیں اور خود جنرل صاحب نے جس حد تک سیاسی راہنماؤں کے مذاکرات کی کامیابی کا انتظار کیا وہ بھی کر رہیں گے جب کہ آئینی طور پر ان کے لئے گنجائش بھی موجود ہوگی ---- نیز یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ فوج میں

بقیہ صفحہ ۱۲ پر

سو ۱۰۰ سے زائد مرتبہ نبی کریمؐ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا

حضرت مولانا سید محمد زکریا بنوری نور اللہ مرقدہٗ والد ماجد حضرت مولانا علامہ محمد یوسف صاحب بنوریؒ علمائے دیوبند میں صاحب کمال اور صاحب حال دانشور بزرگ تھے تقریباً۔ ۱۹۶۰ء میں احقر راقم ماچھی گوٹھ تحصیل صادق آباد جو بہاولپور اور پنجاب کی آخری تحصیل ہے میں بحیثیت مدرس وخطیب کے مقیم تھا حسن اتفاق سے حضرت مولانا ممدوح مرحوم تبدیلئ آب وہوا کے لیے یہاں اپنے ایک متمول دیندار معتقد کے ہاں بحیثیت مہمان عرصہ تین چار ماہ ٹھہرنے کے لیے تشریف فرما ہوئے چند ایام کے بعد احقر راقم کے اصرار پر میری قیام گاہ میں منتقل ہو گئے مجھے اس جامع الصفات بزرگ ہستی سے استفادہ کا طویل موقعہ مل گیا چنانچہ صبح وشام کی سیر میں بھی احقر ایک خادم کی حیثیت سے ساتھ ہوا کرتا تھا اسی دوران حضرت مولانا ممدوحؒ کے فرمان کے مطابق آپؒ سے علم طب سبقاً پڑھا، شب وروز کی مصاحبت نے راقم کو آپ کا معتقد بنا دیا آپؒ ۱۲۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۹۵ھ میں وفات پائی سو سال کی عمر میں آپ نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے اگرچہ اس کی فہرست اتنی طویل ہے کہ صرف خلاصہ پیش کرنا بھی بہت مشکل ہے مگر راقم کے خیال میں آپ کا سب سے بڑا اور عظیم الشان کارنامہ حضرت علامہ مولانا محمد یوسف صاحب بنوری نور اللہ مرقدہٗ کا وجود مسعود ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق کہ اولاد صالح صدقہ ہے تو حضرت ممدوحؒ کا یہ صدقہ جاریہ ہر حالت میں انشاء اللہ تعالیٰ تا قیامت جاری و ساری رہے گا حضرت ممدوحؒ کو رویائے صالحہ کثرت سے آتے اور صبح کو بنوری طریقہ کے مطابق خود اپنے خوابوں کو بیان فرمانے کے بعد ---- ان کی تعبیر بھی خود ہی بیان فرماتے تھے اور پھر اپنی زندگی میں اپنے ان خوابوں کو جمع کر "المبشرات"، کے نام سے شائع کرایا تحریر میں آپکو ملکہ تامہ حاصل تھا عربی فارسی اور اُردو تینوں زبانوں میں فصیح وبلیغ تھے مطالع الانوار فی فضائل اہل بیت النبی المختار عربی زبان میں آپ کی عمدہ تصنیف ہے ایک اور کتاب "ایضاح المشکلات" کے نام سے اُردو میں ہے جو تصوّف کی کتاب ہے اور اس میں تصوف کے مشکل مسائل وحدۃ الوجود، وحدۃ الشہود وغیرہ پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے علاوہ ازیں "مسئلہ روح اور مسئلہ نفس سے متعلق بھی آپ کی علمی یادگار موجود ہے خود حضرت مولانا علامہ بنوری مرحوم نے آپکی وفات کے تقریباً ایک ماہ بعد اپنے مجلہ جلیلہ بیّنات کراچی بابت ماہ رجب ۱۳۹۵ھ میں اپنے خاص عنوان "بصائر وعبر" میں اپنے والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مختصراً آپ کی گوشہ نشین زندگی سے نقاب اُٹھتے ہوئے چند واقعات الم نشرح کئے تو عرصہ تک آپ کی صحبت میں رہنے کے باوجود پہلی بار اس خفتہ شیر کے حقائق کا علم ہوا حضرت محدث اعظم علامہ بنوری مرحوم نے ٹھیک ہی فرمایا ہے کہ "والد مجد کیا تھے ایک گمنام ہستی جس نے ایک عالم اپنے اندر سمیٹ رکھا تھا۔ شفیق بلخیؒ، ابراہیم ادہمؒ، بایزید بسطامیؒ، سری سقطیؒ۔ معروف کرخیؒ جنید بغدادیؒ، کے احوال اور مواجید تو دنیا نے پڑھے ہیں لیکن اس فقیر بے نوا کی کس کو خبر، تقلیل کلام، تقلیل منام۔ تقلیل اختلاط، مع الانام۔ تو آپ سن چکے ہوں گے لیکن اس مجاہدؒ کے احوال حیرت افزا کی دنیا کو کیا خبر؟ تقلیل خوراک کی جب ریاضت شروع کی تو روزانہ صرف ایک مثقال خوراک یعنی ۴/۱ ۳ ماشے غذا پر سالہا سال زندگی بسر کی جس کی وجہ سے پندرہ دن میں بمشکل اجابت کی ضرورت پڑتی تھی پھر تجارت کا شوق ہوا تو چین سے سبز چائے اور جاپان سے منیاری گری کا سامان منگوا کر پشاور شہر بازار گھنٹہ گھر میں ہول سیل کی دوکان کر کے تاجروں کو پیچھے دھکیل دیا ٹھیکیداری کا خیال ہوا تو کابل میں بڑے بڑے ٹھیکے لیے یہاں تک کہ میر امان اللہ خاں والئی افغان کیلئے سب سے پہلے جس نے ہوائی جہاز خریدے تھے وہ حضرتؒ والا ہی تھے جس کا پانچ لاکھ روپیہ آج بھی ہمارا قرض افغان گورنمنٹ کے ذمہ باقی ہے جو امیر امان اللہ خاں کے تخت سلطنت سے محروم ہونے کے بعد طوائف الملوکی کی نذر ہو گئے یہ واقعہ ۱۳۴۵ھ کا ہے...... مگر دنیا کے ساتھ اسلام سے کتنا تعلق تھا وہ بھی حضرت مولانا بنوری کی روایت سے سنئے رویائے صادقہ ومبشرات کا سلسلہ شروع ہوا تو سولہ سال کی عمر سے بیس ۲۰ سال کی عمر تک سو مرتبہ سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بابرکت سے شرف یابی ہوئی اور ہر دفعہ زیارت مبارکہ میں ارشادات وہدایات تلقین اذکار و نصائح عالیہ سے سرفرازی ہوئی تھی ایسی نسبت کے وہ کمالات نصیب ہوئے کہ عقل حیران ہے۔ رویائے صادقہ اور مبشرات کا سلسلہ آخری عمر تک جاری رہا اذکار واشغال ومجاہدات کا اتنا غلبہ ہوا کہ عہد کیا کہ تمام زندگی اپنے پروردگار کی عبادت ومناجات میں گذاروں گا......

فرماتے شرعاً جائز ہوتا تو میں اپنے خوابوں کو

اپنے ساتھ قبر میں دفن کرنے کا حکم دینا مجھے انکی حفاظت کی انتہائی وصیت فرمائی الغرض دنیا میں نہ کسی کمال کو چھوڑا نہ کسی پیشے کو چھوڑا اور سب سے بڑا کمال یہ کہ کسی کمال کو کمال نہ سمجھا......

امام بخاریؒ سے خواب میں پوری صحیح بخاری پڑھ کر اجازت لی اور حافظ بدرالدین عینیؒ سے عمدۃ القاری اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ سے فتح الباری پڑھ کر اجازت لی ہے، غرضیکہ اس مجموعۂ خوبی میں ایسی محیر العقول باتیں اس لئے تسلیم ہیں کہ ان سب کے راوی آپ کے فرزند ارجمند محدث العصر علامہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ نے خود اپنے قلم مبارک سے لکھ کر توثیق کی ہے اس لیے یہ شعر ہی آپ کی سیرت کا صحیح آئینہ دار ہے ؎

رفتم و از رفتن من عالمے تاریک شد
من مگر شمعم چو رفتم بزم برہم ساختم

کیا اس سے زیادہ عملی طور پر کوئی مدعی عاشق رسولؐ عملی مثال پیش کر سکتا ہے ؟

دارالعلوم دیوبند کے طلباءِ کرام کا مقام

طلباءِ اسلام کا مقام تو ویسے بھی ہر لحاظ سے بلند تر مسلمات میں سے ہے طالب علمی ہی جب تک طالبعلم اپنے شب و روز بسر کرتا ہے تو اس کے قدموں میں ملائکہ مکرمین تک پر بچھاتے ہیں طالب علموں کے عجیب و غریب سیکڑوں متجاوز واقعات میں سے صرف ایک واقعہ عرض کرتا ہوں منقول ہے کہ ایک استاد محترم اپنے عزیز تلامذہ کو قرآن کریم کی تعلیم دیتے ہوئے تحقیقاً اور ترغیباً کہا کرتا تھا کہ بیٹے جو عظیم دولت تم حاصل کر رہے ہو اس کی قدر و قیمت کروڑوں سے بھی متجاوز ہے اتفاقاً ایک یوم ایک صاحب کھجوریں فروخت کرتا ہوا اس مدرسہ میں بھی آدھمکا اور آواز دی تو اس مدرسہ کے طلباء نے اس صاحب کو کہا کہ محترم ہم آپ کو قرآن کریم کا ایک رکوع سناتے ہیں آپ اس خوشی میں ہمیں کھجوریں عطا فرمائیں۔ مگر اس نے اس شرط پر کھجوریں دینے سے انکار کر دیا اور وہ بے قدر و قیمت دنیوی سکّے کے عوض کھجوریں دیتا رہا تو یہ واقعہ ان طلباء کرام نے حضرت الاستاد کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے شکایتاً کہا کہ حضرت آپ یوں فرمایا کرتے تھے مگر ہمارا تجربہ...... تو آپکے سامنے ہے اس کا صحیح جواب طلباء کے ذہن نشین کرانے کے لیے استاد نے ان طلباء کرام میں سے ایک کمیٹی تجویز کر کے ایک کو ان کا امیر قرار دے کر ایک قیمتی لعل ان کے حوالہ کیا اور فرمایا کہ جاؤ مختلف لوگوں سے اس کی قیمت معلوم کر کے مجھے آگاہ کرو مگر اس کو فروخت ہرگز نہ کرنا طلباء کو سب سے پہلے ایک گدھے والا آدمی ملا اس سے اس لعل کی قیمت معلوم کی تو اس نے صرف دو روپے اس غرض سے بتائے کہ گدھے کی گردن میں ڈال دے گا آگے گئے تو زمیندار سے واسطہ پڑا قیمت معلوم کی تو اس نے ایک ہزار روپیہ بتایا اتفاقاً ان کو تیسرا آدمی ایک رئیس اعظم ملا اس سے قیمت دریافت کی تو اس نے چالیس ہزار روپیہ بتایا مگر جب ان طلباء نے انکار کیا تو اس نے کہا کہ اگر دینے کا ارادہ ہو تو منہ مانگی قیمت بھی دینے کو تیار ہوں یہ تینوں واقعات طلباء کرام نے آکر اپنے استاذ صاحب کو حرف بحرف بتائے تو استاد محترم نے کہا دیکھا آپ نے جن کو جتنی قدر ہے وہ اتنا ہی اس کا قدردان ہوا کرتا ہے تمہارے رتبے کا علم بھی صحیح طور پر تو قیامت کے روز ہی معلوم ہوگا مگر دنیا میں بھی جن کو جتنا اسلامی شعور ہوگا وہی اسی اندازے کے مطابق آپ کا قدردان ہوگا۔ ع

قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری

احقر راقم نے اس واقعہ کو نقل کرنے کو ترجیح اس لیے دی ہے کہ آج بھی بدقسمتی سے طلباء جو حقیقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان کی حیثیت رکھتے ہیں کی وہ قدر و منزلت نہیں کی جاتی جو حقیقت میں ان کے شایان شان ہے علماء دیوبند کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف بخشا ہے کہ وہ طلباء کو اپنی اولاد جیسا عزیز سمجھتے اور ایک مرتبہ جب بارش ہونے لگی تو امام ربانی حضرت الشیخ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنی چادر میں طلباء کے جوتے باندھ کر کمرے میں لے آئے تھے اور طلباء کے احتجاج پر فرمایا تھا کہ میں تمہارے جوتے اٹھانے میں بھی سعادت عظمیٰ سمجھتا ہوں دارالعلوم دیوبند کے طلباء کرام بھی اپنے اساتذہ کے قدردان لائق اور فرمانبردار ہونے میں تاریخی کردار ادا کرتے آئے ہیں مگر خلاف معمول ایک یوم حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب مہتمم ثانی دارالعلوم دیوبند دارالعلوم کے صحن میں کھڑے ہوئے تھے اور چند طلباء بھی حاضر تھے کہ دورہ حدیث کا ایک طالب علم مطبخ سے کھانا لیکر آیا ---- اس نے نہایت ہی گستاخانہ انداز میں شوربے کا پیالہ مولانا صاحبؒ کے سامنے زمین پر دے مارا اور کہا کہ یہ ہے آپ کا اہتمام و انتظام کہ اس شوربے میں نہ مصالحہ ہے اور نہ گھی بالکل جیسا شوربہ ہے کچھ اور بھی اس نے سخت و سست الفاظ کہے تو اس گستاخی پہ دیگر طلباء کرام کافی جوش میں آگئے مگر چونکہ مولانا صاحب پوری متانت کے ساتھ خاموش تھے اور زبان سے بھی کچھ نہیں فرما رہے تھے اس لیے طلباء بھی خاموش کھڑے رہے۔ بجائے کچھ فرمانے کے مولانا صاحب اس گستاخ طالب علم پر تین دفعہ اس کے سر سے پاؤں تک نگاہ ڈالی جب وہ طالبعلم بک جھک کر چلا گیا تو مولاناؒ نے حیرت سے طلباء سے فرمایا کہ کیا یہ دارالعلوم کا طالب علم ہے؟ طلباء نے عرض کیا کہ حضرت جی ہاں یہ دارالعلوم ہی کا طالب علم ہے! فرمایا ہرگز نہیں یہ دارالعلوم کا طالب علم نہیں ہے طلباء نے کہا کہ مدرسہ کے مطبخ میں اس کے نام کا باقاعدہ اندراج ہے اور یہ مدرسہ سے برابر کھانا لے رہا ہے فرمایا کچھ بھی ہو میں یقین سے کہتا ہوں کہ یہ دارالعلوم دیوبند کا طالب علم نہیں ہے چنانچہ چند دن کے بعد جب چھان بین ہوئی تو ثابت ہوا کہ وہ دارالعلوم کا طالب علم نہیں ہے اس کا ایک ہم نام دوسرا طالب علم ہے اس نے دھوکہ سے محض نام کے اشتراک کی وجہ سے کھانا لیتا رہا ورنہ سرے سے رجسٹروں میں اس کا اندراج بھی نہیں ہے جب یہ بات کھل گئی تو طلباء نے عرض کیا کہ حضرت بات تو واقعی وہی نکلی جو آپ نے ارشاد فرمائی تھی کہ یہ مدرسہ دیوبند کا طالب علم نہیں ہے لیکن آپ نے اس وقت سے کس بناء پر اس کے طالب علم ہونے کی نفی فرمائی؟ تو فرمایا ابتداء میں اہتمام سے میں بیزار تھا لیکن جب ہی چھوڑنے کا ارادہ کرتا تو حضرت نانوتوی صاحبؒ روک دیتے تھے مجبوراً پھر کام میں لگ جاتا تھا اور رد و انکار اور جبر و اصرار کے چند دن بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ احاطہ مولسری دارالعلوم کا کنواں دودھ سے

گردشِ ایام

میم الف

اور اب جبکہ اتحاد کے دونوں وعدے پورے ہو چکے ہیں

قومی اتحاد نے جن دو مقاصد کے لیے حکومت میں شمولیت اختیار کی تھی وہ دونوں وعدے پورے ہو چکے ہیں غالباً یہ پہلی حکومت ہے جس نے عوام کو وہی کچھ دیا جس کا ایک عرصہ سے عوام کی طرف سے مطالبہ تھا۔ اور یہ راہنما عوام کو بھی کچھ دینے کا وعدہ دے رہے تھے۔ ان راہنماؤں نے عوام کے اعتماد پہ پورا اتر کر یہ ثابت کر دیا کہ کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جو عوامی امنگوں کو اقتدار ملنے کے بعد بھی پورا کرتے ہیں اور اقتدار کا منصب بھی ان کو عوامی خواہشات کی تکمیل سے باز نہیں رکھ سکتا۔ اقتدار ملنے کے بعد کچھ لوگ پھر اقتدار کے ہی ہو کر رہ جاتے ہیں۔ ان کی سوچ کے تمام زاویے یہ ہوتے ہیں کہ ہمارا اقتدار طول پکڑے۔ عوام کی قربانیوں کا خواہ خون ہی کیوں نہ ہو جائے۔

بہرحال کچھ لوگ ایسے اس دھرتی پر موجود ہیں جو اپنے قول و فعل میں ہم آہنگی رکھتے ہیں اور عوام سے کئے گئے وعدوں کو حصولِ اقتدار کا ذریعہ نہیں سمجھتے بلکہ اپنی ایک ذمہ داری سمجھتے ہیں اور خود کو عوام کے روبرو جوابدہی کے احساس سے بھی شناسا رکھتے ہیں

قومی اتحاد کا شیرازہ منتشر کرنے والی تمام جماعتیں قومی اتحاد کو مطعون کرتی رہی ہیں کہ وہ اقتدار برائے اقتدار حکومت میں شامل ہوا ہے ہزار صفائی اور پی این اے کے رہنماؤں کی یقین دہانیوں کے باوجود کہ ہم اقتدار کو اپنی منزل نہیں سمجھتے ہم عوام کے لیے قومی مفادات کو ملحوظ رکھ کر حکومت میں شامل ہوئے ہیں۔ شیرازہ بکھیرنے والی جماعتیں اسی کو ہرزہ سرائی سے تعبیر کرتی رہی ہیں اور اپنے رسائل و جرائد اور قومی اخبارات کے ذریعے اتحاد کو کوئی ایک لمحہ کیلئے معاف کئے بغیر عبوری فوجی حکومت کو بھی کچھ کہنا ہو تو اتحادی وزراء کو نشانہ بنا کر بہت کچھ کہتی رہی ہیں۔

اتحاد نے عوامی سطح پہ ان کی اس "بدنام کرد" کی پالیسی کا جواب بڑی ہی خوش اسلوبی اور خندہ پیشانی سے دیا۔ اتحاد کی طرف سے ان پہ معیاری اصولی تنقید تو کی گئی لیکن جو زبان اور جس انداز میں وہ استعمال کرتے رہے ہیں اتحادی حلقوں نے اس کے جواب میں ان کو اتحاد میں دوبارہ شمولیت کی دعوت دوستانہ ماحول میں اختلافات کو ختم کرنے اور پھر مل کر مشترکہ جدوجہد اور مشترکہ مساعی کی دعوت دی۔ اور اس کے لیے اس نے ماضی کی قربانیوں کا بھی واسطہ دیا۔ مگر اتحاد سے نکل جانے والی جماعتیں اپنے ذہن کے مطابق اسے صدا در صحرا ثابت کرنے میں لگی رہیں اور وہ اب تک اس کوشش میں مصروف ہیں۔

تحریک استقلال نے بلا کسی جواز کے اتحاد سے علیحدگی اختیار کی تھی۔ بلکہ تحریک کے راہنما تو یہ فرماتے ہیں کہ ہمارا مقصد بھٹو کو ہٹانا تھا جب یہ مقصد پورا ہو گیا تو اتحاد میں رہنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہ جاتا۔ یہ جناب اصغر خان کی اپنی منطق ہے۔ ہمیں ان سے کوئی شکایت ہے نہ گلہ۔ ان کا مقصد یہی تھا تو ہمیں اعتراض کیا ہے لیکن گذارش تو ان سے صرف یہ ہے کہ اپنا مقصد اس وقت واضح کرنا تھا جب تحریک عروج پہ تھی۔ یہ منافقت درست نہیں ہے کہ اس وقت اسلامی نظام کو مقصد بنا کر پیش کرنے والے بعد میں بھٹو معزولی کو خود کا مقصد ظاہر کریں۔

جمعیتہ علماء پاکستان کا منشور ہی بدل چکا ہے اور ان کو اپنے عقائد و نظریات کا تحفظ اس وقت خطرہ میں پڑا ہوا نظر آ رہا ہے اور انکی جدوجہد کا تمام تر زور اس وقت اپنے مذہبی عقائد جن میں سرفہرست بقول ان کے مقامِ مصطفےٰ کا تحفظ ہے وہ اس کے لیے کوشاں ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اس کو یوں کہا جا سکتا ہے کہ اس جماعت کے علاوہ دیگر جماعتیں بھی مقامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سنجیدہ ہیں گو وہ اس کو انتخابی مسئلہ اور متنازعہ مسئلہ نہیں بناتی۔ لیکن چونکہ ان کی سوچ محض جماعتی سوچ ہے قومی سوچ نہیں ہے نیز سیاسی سوچ بھی نہیں ہے۔ اس لیے وہ اپنے مفروضہ خطرہ کو ٹالنے کی کوشش میں مگن ہیں

اس بناء پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے ممکنہ خطرہ سے نمٹنے کے لیے آمادہ ہیں اور تیاری میں مصروف ہیں۔ لیکن جو درحقیقت ملک کو درپیش بحران ہے اس کے بارے میں انہیں احساس تک نہیں ہے۔

اس لیے ان کی اتحاد سے علیحدگی کسی سیاسی اختلاف کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ مفادات اور اغراض کے تحفظ کا مسئلہ ہے اتحاد میں رہتے ہوئے ان کا انفرادی تشخص چونکہ نمایاں ہونا مشکل تھا اس لیے اپنی انفرادیت قائم رکھنے کی خاطر انہوں نے سب جتن کئے ہیں تو سیاسی موضوعات میں ان کو اتحاد سے سیاسی علیحدگی اختیار کرنے [illegible] نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ اگر کسی سیاسی اختلاف اور واقعاتی اختلاف سے تعبیر کیا جا سکتا ہے تو وہ این ڈی پی کا اتحاد سے علیحدہ ہونا تھا۔ گو وہ لوگ یہ کہہ کر پابند ہو گئے تھے کہ ہم حکومت سے عملی تعاون وزارت سازی کی صورت میں نہیں کریں گے لیکن اتحاد سے علیحدہ نہیں ہوں گے۔ اس کے ساتھ ہم اپنے تنقید کرنے کا بھی حق کو محفوظ رکھیں گے۔ لیکن پھر بھی ہم اس بات سے انکار ممکن نہیں ہے کہ این۔ ڈی۔ پی کا اتحاد سے

علیحدہ ہونا دانتہ کسی المیہ سے کم نہیں تھا۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے عوام کو تحریک و جمعیتہ کی علیحدگی سے قطعاً وہ دکھ نہیں ہوا جو این۔ ڈی۔ پی کی جدائی سے صدمہ ہوا۔ مفتی صاحب اور ولی خان کی دیرینہ رفاقت کا ایک نقش اور ان کا دیرینہ اتحاد عوام کے ذہنوں پہ نقش کا لجھر کی طرح تھا۔ اس لیے عوامی حلقوں میں مایوسی پھیلی۔ اس کی ذمہ داری خواہ کسی بھی فریق پہ ڈالی جائے لیکن نتائج بہر حال کسی ایک فریق کے لیے مفید ثابت نہیں ہوئے۔

اب موجودہ صورتحال میں جبکہ ملک میں جمہوری عمل کے لیے انتخابات کی تاریخ کا اعلان ہو چکا ہے اور نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ابتدائی پیش رفت ہو چکی ہے۔ تو این۔ ڈی۔ پی سمیت تمام ہی جماعتوں کے لیے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ جس طرح اتحاد پہ تنقید کرتی رہی ہیں اور ملک میں ہونے والے ہر واقعہ کی ذمہ داری اتحادی وزراء پہ ڈالتی رہی ہیں نظام مصطفیٰ کے نفاذ اور انتخابات کی تاریخ کے اعلان کے بعد قومی اتحاد اور اس کے وزراء اور راہنماؤں کو خراج تحسین پیش کرتے۔ لیکن افسوس سے یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ انہوں نے عدل و انصاف کے تمام اصولوں کو فراموش کر دیا ہے اور ان کی زبان سے ایک کلمہ بھی خراج تحسین کا نہیں نکل سکا۔

ہماری اس معروضات کا یہ مطلب نہ سمجھا جائے کہ اتحاد ان جماعتوں کی طرف سے اس قسم کی امید لگائے ہوئے تھا کہ اور ان کے خراج تحسین یا جائز مطالبات پورے ہونے پہ اتحاد کے رہنماؤں کو شکریہ وغیرہ کے پیغامات سے اتحادی رہنماؤں اور اتحاد کی مقبولیت یا عزت میں کچھ اضافہ ہوتا ہے بلکہ ہمارا مقصد یہ تھا کہ خود ان راہنماؤں کا اصول پسند کردار عوام کے سامنے آتا کہ وہ تنقید کرتے ہیں تو تنقید برائے تنقید نہیں بلکہ جائز تنقید کرتے ہیں۔

سیاست کے میدان میں وسیع ظرفی سے کام آنا چاہیے۔ یہ تنگدلی بلکہ سنگدلی ہے اور بات بات پر "ناجائز مطالبات" اخذ کرنا یہ عالی ظرفی کے خلاف ہے۔

این۔ ڈی۔ پی جس اصولی اختلاف کو پیش نظر رکھ کر اتحاد سے علیحدہ ہوئی تھی افسوس ہے کہ وہ اپنے اسی اصول کو افغان حکومت کے بارے میں بھول چکے ہیں اپنے ملک میں وہ حکومت جس کی آپ حمایت کر چکے ہیں۔ وہ غیر نمائندہ حکومت تو خلافِ اصول ہے اور افغانستان میں جو غیر نمائندہ حکومت ہے اور اس نے کسی قسم کے کوئی انتخابی پروگرام یا جمہوری عمل کو زندہ کرنے کے لیے کوئی سرگرمی تک نہیں دکھائی۔ اس کی آپ حمایت کرتے ہیں اور اس پہ تنقید کو خلافِ اصول سمجھا جائے۔ یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی۔

اپنے وطن سے اپنی فوج سے اپنے سابقہ رفقاء سیاسی راہنماؤں سے بنی ہوئی حکومت اور نافذ کردہ قوانین جاری کردہ اصلاحات ملکی استحکام بخش عوامل سب ہی نامنظور اور غیر جمہوری ہیں اور افغانستان میں معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے تو اس پہ تنقید کرنے والی جماعتوں کی تو آپ کو زیادہ بھرپور حمایت کرنا چاہیے۔ کہ وہ ترکئی کو قومی جمہوریت، عوامی جمہوریت اور رائے عامہ کے احترام کا راہ دکھلا رہے ہیں۔

بہر حال این۔ ڈی۔ پی کے حلقے اس تضاد بیانی کا کیا جواب دیتے ہیں یہ انہی کے ذمہ اور انہی کے سر ہیں ان سے صرف یہ گذارش ہے کہ کہ اب جبکہ انتخابات کا اعلان ہو چکا ہے تو کم از کم سب ہی جماعتوں کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی اپنی مثبت راہ اپنائیں اور اپنے اپنے نتائج کا پوری دلجمعی سے انتظار کریں کہ فیصلہ بہر حال وقت دینا ہے نہ اتحاد نے نہ مفتی محمود نے.....

بقیہ:۔ فوج کا کردار

چونکہ اکثریت پنجاب کے جوانوں کی ہے اس لئے چھوٹے صوبے مارشل لاء کو عملاً پنجاب کی حکومت گردانتے رہتے ہیں تو اس سے پیدا ہونے والے شکوک و شبہات کو مزید تقویت ملے گی اور جب اس کے آئینی تحفظ کی بات کیجائے تو کیا اس سے چھوٹے صوبے کے لوگ مطمئن ہو سکیں گے،؟

اس لئے موجودہ عبوری حکومت کو اس قسم کے مسائل میں الجھنے کی بجائے اپنی تمام تر توجہ اپنی دوسری باتوں کی طرف مرکوز رکھنی چاہیئے جس کا اس نے اقتدار سنبھالتے ہوئے وعدہ کیا تھا، لیکن اسلامی نظام کے لئے بنیاد فراہم کرنا اور اس مقصد پیشرفت کرنا کہ آئندہ آنے والی حکومت اسلامی نظام کی اس بنیاد کو نظر انداز نہ کر سکے، دوسرے قومی اسمبلی (بلدیاتی نہیں) کے انتخابات، اس کے لئے کوششیں جاری و ساری رکھنا۔ اگر موجودہ حکومت یہ دو کام کر لیتی ہے اور اس میں سرخرو ہو جاتی ہے۔

تو یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہو گی۔ اور اقتدار سنبھالنے کے مقصد میں گویا وہ کامیاب ہو چکی ہو گی اور اب جبکہ صدر مملکت نے سال رواں میں ۱۷ نومبر کو انتخابات کرانے کا اعلان کر دیا ہے تو ان کی ذمہ داری اور بھی بڑھ گئی ہے اور وہ شکوک و شبہات رفع ہو گئے ہیں جو بعض حلقوں کی طرف سے دانستہ و نادانستہ کئے جا رہے تھے کہ فوج شاید مستقل طور پر اقتدار پر قابض رہنا چاہتی ہے۔

بقیہ:۔ اللہ والوں کی دنیا

بھرا ہوا ہے اور اس کی من پہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور دودھ تقسیم فرما رہے ہیں لینے والے آ رہے ہیں اور دودھ لے جا رہے ہیں کوئی گھڑا لے کر آ رہا ہے کوئی لوٹا کوئی پیالہ اور کسی کے پاس برتن نہیں ہے تو وہ چلو ہی بھر کر دودھ لے رہا ہے اور اس طرح ہزاروں آدمی دودھ لے کر جا رہے ہیں۔ فرمایا کہ وہ خواب دیکھنے کے بعد میں مراقب ہوا کہ اس واقعہ کا کیا مطلب ہے؟ تو مجھ پہ منکشف ہوا کہ کنواں صورت مثال دار العلوم کی ہے اور دودھ صورت مثال علم کی ہے اور قاسم العلوم یعنی تقسیم کنندہ علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ آ آ کر دودھ لے جانے والے طلباء ہیں جو حسب ظرف علم لے کر جا رہے ہیں اس کے بعد فرمایا کہ مدرسہ دیوبند میں جب داخلہ ہوتا ہے اور طلباء آتے ہیں تو میں ہر ایک طالب علم کو پہچان لیتا ہوں کہ یہ بھی اس مجمع میں تھا اور یہ بھی لیکن اس گستاخ طالب علم پر میں نے سر سے پاؤں تک نظر ڈالی مگر یہ تو اس مجمع میں تھا ہی نہیں اس لیے میں نے قوت سے کہہ دیا کہ یہ دار العلوم دیوبند کا طالب علم نہیں ہے اس سے اندازہ ہوا کہ دار العلوم دیوبند کے لیے طلباء کا انتخاب بھی منجانب اللہ ہی ہوتا ہے (بروایت حضرت مولانا علامہ قاری محمد طیب صاحب قاسمی مدظلہ العالی بحوالہ ماہنامہ الرشید دار العلوم دیوبند نمبر)

حکیم عنایت اللہ

امام الہند

۷

مولانا ابوالکلام آزادؒ

وہ نصف صدی تک ہماری تاریخ کا نہایت متحرک کردار رہے

مولانا ابوالکلام آزاد کی ہمہ پہلو شش جہات شخصیت پر کچھ لکھنا میرے جیسے افراد کا کام نہیں جبکہ ان کی ایک ذات میں کئی شخصیتیں جمع تھیں بقول مولانا عبدالماجد دریا بادی ابوالکلام کی ذات جامع صفات جامع جہات و جامع حیثیات تھی ایسے نابغہ عصر لوگ صدیوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں مولانا امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں وہ کئی نہیں کئی سو دماغوں کا نچوڑ تھے ہمارے ہاں پاکستان میں جن لوگوں کو مولانا کے سیاسی نظریہ سے اختلاف ہے۔ انہوں نے مولانا کو جس انداز سے پیش کیا ہے وہ بے حد افسوسناک ہے بلاشبہ مولانا کے سیاسی خیالات سے اتفاق یا اختلاف کیا جا سکتا ہے مگر ان کی علمی حیثیت ادبی مرتبہ اور عظمت ایسی چیزیں نہیں جن سے اختلاف کیا جا سکے آج کے لوگ انہیں بھول سکتے ہیں تاہم ان کی یادوں کے چراغ بجھائے نہیں جا سکتے۔ دین سیاست علم و ادب اور فکر و نظر کا کونسا گوشہ ایسا ہے جس میں ان کا مقام نمایاں و سر بلند نہ ہو گزشتہ نصف صدی میں وہ ہماری ملی تاریخ کا اہم کردار رہے اور اس عرصہ میں ملت اسلامیہ میں عموماً اور طبقہ خواص میں خصوصاً علماء میں جو سیاسی شعور پیدا ہوا اس کا سہرا سراسر مولانا آزادؒ کے سر ہے خطابت میں ان کا اپنا مقام تھا صحافت میں البلاغ اور الہلال کے ذریعے انہوں نے جو علمی و فکری گوشے بے نقاب کئے اس سے کون انکار کر سکتا ہے قرآن حکیم کے احکام اور معارف بیان کرنے میں انہوں نے جو انداز بیان و طریق استدلال اختیار کیا اس کی مثال آج کہاں مل سکتی ہے مفسر قرآن کی حیثیت سے ان کا نام ابدالاباد چمکتا رہے گا گیسوئے اردو مدتوں ان کی منت پذیر رہی۔ ادب عالی میں ان کا خاص درجہ ہے۔ مولانا عبدالماجد دریا بادی کا فرمانا ہے اگر ان کی انشا کا ترجمہ آسانی سے دوسری زبان میں ممکن ہوتا تو مولانا کو بے تکلف دوسری زبانوں کے اعلیٰ انشاپردازوں کی صف میں کھڑا کیا جا سکتا تھا اس سے اردو والوں کی آنکھیں نیچی نہ ہوتیں۔ یہ ایک حقیقت مسلمہ ہے کہ ابوالکلام نے اردو ادب کی آبیاری کر کے تاریخ اردو ادب میں ایک اہم اور مستقل باب کا اضافہ کیا ہے بلندی اسلوب صحت عبارت اور ترکیب بندش و چستی کے ساتھ لہجہ کی شگفتگی اگر کہیں دیکھی جاتی ہے تو اس کا نمونہ ابوالکلام کے انداز تحریر اور مثالی انشاپردازی میں ملتا ہے۔ ڈاکٹر ذاکر حسین فرماتے ہیں اردو زبان کے سب سے بڑے انشاپرداز کو اردو کی کوئی سی ایسی گالی نہیں جو نہ دی گئی ہو حضرت شورش کاشمیری مرحوم رقمطراز ہیں دونوں طرف کے اہل قلم اپنے اپنے ملک کی مصلحتوں کے تابع ہیں مولانا کی سطح ان مصلحتوں اور ضرورتوں سے ہمیشہ ہی بلند رہی لوگ اپنے اپنے ادوائر میں رہ کر سوچتے ہیں مگر مولانا نے انسانوں کی سطح پر رہ کر سوچا لیکن انسانوں ہی نے سب سے زیادہ صدمہ انہیں پہنچایا ان کے اندیشہ ہائے دور دراز کا برصغیر میں ایک شخص بھی آشنا نہ تھا قدرت نے اسے عجم کا حسن طبیعت عرب کا سا سوز موزوں دیکر پیدا کیا تھا غالب کے الفاظ میں بیداد فیاض سے دل گرفتہ لائے تھے اور شاعر مشرق حکیم الامت علامہ اقبال کے الفاظ میں نگہ بلند سخن دلنواز اور جان پر سوز کا مرقع تھے مگر اپنے نزدیک وہ غریب الدیار رہے لوگوں کو پکارا انہوں نے تبری کیا جھنجھوڑا اعراض کیا دامن پکڑا چھڑا لیا حتی کہ ۲۲ فروری کی ایک صبح کو پو پھٹنے سے قبل رخصت ہو کر معبود حقیقی سے جا ملے۔

مولانا آزادؒ کا سلسلہ نسب : مولانا آزاد کا تعلق شیخ جمال الدین دہلوی کے خانوادہ سے ہے۔ جنہوں نے اکبر کے دین الٰہی کو تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ والدہ کا تعلق مدینہ منورہ کے ایک نامور گھرانے سے تھا مولانا کے اسلاف نے حق صداقت کے لئے ہر مصیبت کو خوش آمدید کہا والد ۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد عرب چلے گئے اور خاصہ عرصے تک وہیں رہے نہر زبیدہ کی مرمت کے لئے خاصی رقم جمع کر کے اس کار خیر پر خرچ کی چنانچہ مولانا آزادؒ خود اس سلسلے میں اپنی خود نوشت میں اپنے خاندان کے متعلق یوں تحریر فرماتے ہیں۔

سبحان اللہ عالم فقر و نامرادی کی عظمتیں اور بوریائے استغنا و قناعت کی شہنشاہیاں اگر موصوف کے حالات میں پڑھئے؟ وقت کے خان خاناں اور امیر الامرا تھے بلکہ تاج و تخت کے مالک اور ملکوں کے حکمران تھے جب بھی یہ کیف و سرور کب حاصل ہوتا جو اس ایک جملہ میں موجود ہے کہ ؎

با اہل دنیا کاسے ندارد

مگر جب دنیاوی سازشوں کا جال سرعت سے پھیلنے لگا تو شیخ ممدوح اپنے مریدوں کی ایک خاص تعداد ساتھ لے کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے اس سے پہلے قیام دہلی کے دوران میں بھی آپ کو کئی بادشاہی اعزاز پیش کئے گئے اور دربار کی یہ انتہائی خواہش رہی کہ آپ انہیں شرف قبول بخشیں لیکن آپ نے ہمیشہ انکار کیا اور فرمایا

گھر بنائے ہوئے ڈرتا ہوں کہیں دل ویران نہ ہو جائے

میرے خاندان میں تین مختلف خاندان جمع ہوئے ہیں اور تینوں خاندان ہندوستان و حجاز کے اہل علم و اصحاب رشد و ہدایت ہیں دنیاوی عزہ و جاہ کسی نے خواہش نہیں کی لیکن دنیا نے اپنی عزتوں اور شوکتوں کو ہمیشہ ان کے سامنے پیش کیا کبھی انہوں نے قبول نہ کیا کبھی رد کیا میری والدہ شیخ محمد بن الظہری مدینہ منورہ کی بھانجی تھیں جو گذشتہ دور کے اکثر علماء حجاز کے استاد حدیث اور شیخ عبداللہ سراج کے بعد آخری محدث تھے اس کے بعد اس درجہ کا کوئی شیخ حدیث حرمین میں پیدا نہیں ہوا میرے دادا مولانا محمد ہادی دہلی کے ایک مشہور خاندان علم و فضیلت سے تعلق رکھتے تھے جس میں بیک وقت پانچ علماء درس و افتاء و حجاب سلوک و طریقت پیدا ہوئے والد مرحوم کے نانا رکن المدرسین اپنے عہد کے مشاہیر اساتذہ علم و دانش اور حجاب طریقت و سلوک میں سے تھے ان مخصوص اصحاب کمال سے جن کو اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن کی جامعیت عطا فرماتا ہے ان کا شمار حضرت شاہ عبدالعزیز کے اجل تلامذہ میں سے تھے۔ (ابوالکلام آزاد)

مولانا کے والد اپنے خاندان میں اہم مقام رکھتے تھے

ان کے لاکھوں مرید تھے انگریزی حکومت کے مظالم کی وجہ سے اور آرام پور چلے گئے کیونکہ نواب یوسف علی خاں ان کے مرید تھے پھر بمبئی اور وہاں سے مکہ معظمہ چلے گئے۔

ولادت و تعلیم :- اصل نام احمد ہے ستمبر ۱۸۸۸ء میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے تو والد فیروز بخت کہہ کر پکارتے تھے۔ آپ کا سن پیدائش حسب ذیل مصرعہ سے نکلتا ہے۔ جوان بخت و جوان طالع جوان بار ۱۳۰۵ھ والد کا مکان مدینہ میں اپنی تعلیم کا مرکز تھا بچپن مکہ اور مدینہ میں بسر ہوا اور ابتدائی تعلیم بھی والد ماجد سے حاصل کی سولہ سال کی عمر میں علوم شرقیہ کا مکمل نصاب پورا کر لیا۔ اور اسی عمر میں آپ نے اپنی صلاحیتوں سے بڑے بڑے اہل علم کو حیرت میں ڈال دیا اور ایک قدامت خاندان میں پیدا ہونے کے باوجود علیحدہ راہ اختیار کی اور ہر مسئلہ کا نئے سرے سے جائزہ لیکر ایسی راہ عمل طے کی جو اپنی الگ ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔

میدان صحافت :- کم عمری ہی میں آپ نے میدان صحافت میں قدم رکھا بعض کا کہنا ہے کہ پندرہ برس کی عمر میں لسان الصدق کے نام سے ماہوار کا اجرا کیا اور یہ ایک ایسا رسالہ تھا جسے حالی جیسے انسان نے بہت سراہا۔ کہتے ہیں کہ اس نوعمری میں جب مولانا حالی سے مولانا آزاد کی ملاقات ہوئی تو وہ حیران ہوئے سنا ہے ۱۹۰۴ء میں جب انجمن حمایت اسلام میں مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنا ایڈریس پڑھا تو علامہ اقبال اور مولانا نذیر احمد جو موجود تھے اس کم عمری میں مولانا کی صلاحیتوں پر دیر تک حیران رہے ایسا ہی واقعہ شاہجہان مرحوم مولانا ابراہیم ظفر الحسن وغیرہ کا ہے وہ بھی عمر کے مقابلے میں حیران تھے مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی لکھتے ہیں کہ مولانا شبلی نے مولانا آزاد کو دیکھ کر ایسا گمان کیا کہ یہ تو ابوالکلام آزاد کے صاحب زادے ہیں جب ان کو معلوم ہوا کہ یہی مولانا آزاد ہیں تو دیر تک سوچتے رہے۔ مولانا آزاد نے جب ہوش سنبھالا تو ہندوستان میں مسلمانوں کے سیاسی و ملی حالات دیکھ کر بے حد پریشان ہوئے چنانچہ آپ نے اسی وقت یہ فیصلہ کر لیا کہ جب تک انگریز کے منحوس قدم یہاں موجود ہیں مسلمان ترقی و کامیابی کی راہ نہیں دیکھ سکتے بلکہ ان کی رہی سہی ملی اقدار بھی جلد از جلد تباہ ہو جائیں گی۔ یہی وہ دور ہے جب مولانا نے سر سید کے نقطہ یعنی علی گڑھ تعلیم سے برملا اختلاف کیا اور ایک ہفت روزہ الہلال کے نام سے جاری کیا اس وقت حالات یہ تھے کہ پوری قوم پر جمود و تعطل طاری تھا انگریزی حکومت کی وفاداری کو سعادت دارین سمجھا جاتا تھا علماء اسلام کے پیغام اصلی سے قطعاً ناآشنا تھے جدید طبقہ اپنی ملی روایات سے قطعاً بیگانہ وار تعلق تھا اور جن لوگوں کے ہاتھ میں ملت کی باگ دوڑ تھی وہ غیر ملکی حکومت سے تعاون کو نعمت عظمیٰ سمجھتے تھے ان حالات میں الہلال جاری ہوا الہلال کیا تھا اس کا اندازہ ان پرچوں کو دیکھ کر لگایا جا سکتا ہے جن کا مطالعہ آج بھی نظر میں وسعت اور ایمان میں استقامت و پختگی پیدا کرتا ہے الہلال سے ابوالکلام کے وہ جوہر کھلے جو قدرت نے ان کو ودیعت کر رکھے تھے اخبار کا انداز خالص داعیانہ جہاد اور حق صداقت کی طرف بلاوا تھا ہر ہفتہ لوگ اس کے انتظار میں چشم براہ رہتے تحریر میں وہ ایک اسلوب تو اولاً جدید انداز کا حامل تھا اس نے اردو صحافت میں ایک نئی راہ اختیار کی۔ کوئی مانے یا نہ مانے یہ ایک حقیقت ہے کہ ابوالکلام کے الہلال محمد علی کے ہمدرد و کامریڈ اور ظفر علی خاں کے زمیندار نے ہی برصغیر میں سیاسی شعور و بیداری پیدا کی۔ الہلال کے ذریعہ علم و ادب کے گوشوں میں مولانا نے جو کام کیا وہ صدیوں سے نہ ہو سکا الہلال نے ایک قلیل عرصہ میں اردو صحافت میں ایک عظیم انقلاب پیدا کر دیا اور تھوڑے سے عرصہ میں قوم کے سیاسی و مذہبی افکار و اعمال کا رنگ بدل کر رکھ دیا مولانا ایک جگہ خود الہلال کی دو سالہ زندگی پر تبصرہ کرتے ارشاد فرمایا ہے۔

ہم کو اپنے سفر میں نکلے ہوئے دو سال ہو گئے ہمارا سفر تاریکی میں نہ تھا بلکہ دوپہر کی روشنی میں تھا اور دنیا سے دیکھ رہی تھی تو اس پر پردہ نہیں پڑا ہے اور جمود و غفلت میں گھر کے کتنے رہ گئے ہیں تو کا تنزل اور قدم کی لغزش بھی سر بازار ہے۔ تھا جو بالکل نئی تھی اور اپنے سفر کے لئے خود ہی ایک نئی راہ نکال لی گئی تھی نہ تو ہمارے سامنے نمونہ تھا نہ کوئی رہنمائی کی ماری روشنی۔

لب خشک رفت و دامن بہ غیر تر نہ کرد
زاں چشمہ کہ خضر و سکندر وضو کند

قوموں اور جماعتوں میں انقلاب و تغیر کی دعوتوں کے نفوذ کا کام زیادہ دشوار گزار سفر ہے اگر قرنوں کی بادپیمائی اور تگ و دو کے بعد سلامتی کا ایک قدم بھی طے ہو جاتا ہے تو اس کی کامیابی اشک انگیز اور اس کی فتح مندی جشن نشاط کی مستحق ہوئی ہے ایک ٹوٹی ہوئی دیوار کو گرا کر دیوار بنانے میں کس قدر سامان اور وقت مطلوب ہوتا ہے پھر ان لوگوں کے لئے تو وقت کا تو سوال ہی نہیں ہونا چاہیئے و معتقدات و اعمال کی آبادی کو بدل دینا چاہتے ہیں اور صرف کسی دیوار اور یا محراب کو نہیں بلکہ تمام شہر کی عمارتوں کو از سر نو بنانے کے آرزومند ہوں کتنے ہی عظیم الشان ارادے ہیں جنہوں نے اس نگر میں حیرت و آرزو کے سوا کچھ نہیں پایا اور کتنے بڑے قافلے ہیں جو اس تلاش میں اس طرح گم ہو گئے کہ پھر دنیا نے ان کی کوئی خبر نہ سنی۔

بپرس رہ کہ زسر ہائے رہروان حرم
نشانہاست کہ منزل بمنزل افتادہ است

پس اس کا ہمیں دعویٰ نہیں ہے کہ ہم نے اس مختصر سی مدت میں اپنے سفر کا بڑا حصہ طے کر لیا ہے اور منزل مقصود کے قریب پہنچ گئے کیونکہ منزل تک پہنچنے کا ان لوگوں کو کوئی اختیار نہیں دیا گیا جو اس کی تلاش میں نکلنا چاہتے ہیں۔ البتہ ہمارا ضمیر مطمئن ہے کہ ہم نے سفر کا اعلان کیا تھا اور الحمد اللہ کہ ہم پیہم سفر ہی میں رہے اگر منزل مقصود سے قریب تر نہ ہو سکے تو اس منزل سے بعید تر ہو گئے جہاں سے ہم نے اپنا سفر کیا تھا اس راہ کے مسافر کے لئے اتنی کامیابی ہی کافی ہے کہ یہاں منزل تک پہنچنے کا خیال ہی مقصود نہیں ہوتا بلکہ منزل کی جستجو میں چلے جانا بھی کم از کم حصول مقاصد نہیں۔

رہروان را خستگی راہ نیست
عشق خود راہست وہم خود منزل است

اندازہ لگائیے اپنی دعوت اپنے عزم و استقلال پر مولانا کو کس قدر یقین تھا اور اس کے نتیجہ میں برصغیر میں جو انقلاب آیا وہ کس نامہ عنبر شمامہ کا اثر تھا اور آج اگر ان حالات کا اندازہ کریں جن میں مولانا نے یہ سفر شروع کیا اور مولانا کے میدان میں گامزن ہونے کے بعد اس میں کس قدر تبدیلی ہوئی تو مولانا کے اس عظیم کام کا کچھ نہ کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔ ابوالکلام نے جن نامساعد حالات میں آواز حق بلند کر کے ملت کو اس کے مقام اصلی سے اپنے مخصوص داعیانہ و جرات مندانہ انداز سے آگاہ کیا اس کا نتیجہ تھا کہ جدید و قدیم طبقہ میں سرفروشوں کا ایک گروہ مفاد ملت کے لئے میدان عمل میں گامزن ہوا یوں کہیئے کہ اس کی داعیانہ صدائے حق نے برصغیر کی تاریخ میں ایک شاہراہ عمل وضع کی جس کے نقوش اس برصغیر کے چپہ چپہ پر آج بھی موجود ہیں۔

ایک قصبہ رانچی میں قیام کرنا پڑا مولانا آزاد کے قیام رانچی کے متعلق علامہ سید سلیمان ندوی رقمطراز ہیں۔ رانچی نظربندی اگر ہمارے نظربندوں میں کوئی ایسا ہے جو اسوہ محمدی پر فائز ہوا (شیخ الہند محمود الحسن کی طرف اشارہ ہے) تو ہم میں ایک اور ہستی ایسی ہے جو اسوہ یوسفی کے درجہ پر فائز ہوئی جس عزم و استقلال استغناء اور قوت ایمانی کے ساتھ مولانا نے یہ زمانہ بسر کیا ہے وہ آئمہ سلف کی یاد تازہ کرتا ہے شاید سب کو معلوم نہ ہو کہ انہوں نے حکومت کا وظیفہ لینے سے انکار کر دیا۔

اعانت نظربند کا ماہوار عطیہ بھی قبول نہ کیا اس زمانے میں جو جو مالی دقتیں پیش آئیں۔ وہ صرف عبادی الشکور کے رمز میں پنہاں ہیں۔ جو یہ معلوم ہو کر رات کو ان کو گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اس بناء پر وہ نماز عشاء کی جماعت میں شریک نہیں ہو سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے اسے گوارا نہ کیا۔ انہوں نے حکومت سے اجازت چاہی جب کوئی جواب نہ ملا تو برملا اعلان کر دیا کہ ادائے فریضہ الہیٰ میں انسانوں کے فرمان مانع نہیں آ سکتے۔

پھر سید صاحب لکھتے ہیں کہ زمانہ قیام رانچی میں ایک سال تک جامع مسجد میں مولانا نے مسلمانوں کو قرآن مجید کا درس دیا زیادہ تر اوقات تالیف و تصنیف میں بسر ہوئے

ترجمان القرآن اسی زمانے میں ختم ہوا۔ البیان القرآن
البیان تفسیر القرآن میں ایک جامع تفسیر کا سلسلہ ۳۰ پاروں تک پہنچا۔ فقہ اسلامی پر بغیر حد لحاظ تعصب کے صرف کتاب و سنت کو پیش نظر رکھ کر مقتدر مسائل صلوٰۃ والزکوٰۃ الحج النکاح ترتیب دیئے

سوانح مجددین کا سلسلہ شروع کیا اور اس میں علامہ ابن تیمیہ ابن قیم اور شاہ ولی کے سوانح قلم بند کیے ایک رسالہ منطق دوسرے عنوانات علمی پر تحریر کیے فرماتے ہیں ان سطروں کو لکھتے ہوئے مجھے دھوکہ ہوا ہے کہ خود ابن تیمیہ ابن قیم یا شیخ الائمہ سرخی اور امیہ بن عبدالعزیز کے حالات تو نہیں لکھ رہا ہوں (مولانا آزاد)

نظر بندی کے بعد: نظر بندی سے رہائی کے بعد جہاں آپ کو ۱۹۲۰ء میں سب نظر بندوں سے آخر میں رہا کیا گیا۔ اور آپ کو اس وقت ہندوستان بھر کے علماء نے امام الہند مقرر کیا۔ اور پوری ملت کی آنکھوں کا تارا بن گئے۔ ایک شاعر نے وہ دور یاد دلاتے ہوئے خطاب فرمایا ہے:

شاید ہو یاد آپ کو وہ دور الہلال
رخشاں ہے ظلمتوں میں جو مثل مہ تمام
جب حق سے تھا لگاؤ اور باطل سے لاگ تھی
جب اہل حق نے آپ کو ٹھہرایا تھا امام

رہائی کے فوراً بعد بنگال خلافت کمیٹی کی صدارت فرمائی۔ جہاں آپ نے ترک موالات و عدم تعاون کا پروگرام پیش کیا جسے بعد میں پورے برعظیم میں تحریک شروع ہوئی جس نے اس عظیم برعظیم سے انگریزی استعمار کے استخلاص کی راہ ہموار کی آج بہت سے لوگ ایسے ہیں جو تحریک عدم تعاون و موالات پر نکتہ چیں ہیں اور اسے گاندھی جی کی چیاری قرار دے کر اس امر پر اصرار کرتے ہیں کہ اس تحریک کا مقصد مسلم افکار کو نقصان پہنچانے کے سوا کچھ نہ تھا مگر ان لوگوں کی نظر اس طرف نہیں جاتی۔

اگر یہ تحریک شروع نہ ہوتی تو نہ اس برعظیم کی آزادی کی راہ ہموار ہوتی نہ ہی عالم اسلام کے مظالم کے خلاف مسلمانان برعظیم کی آواز سے متاثر ہو کر انگریزی حکومت کے رویہ میں کچھ فرق آتا۔ تاہم مجھے اس امر کو تسلیم کرنے سے انکار نہیں کہ گاندھی جی نے مسلمانان برصغیر کی بیداری سے گھبرا کر یہ تحریک عین اس وقت بند کرا دی، جبکہ اس کے مثبت نتائج برآمد ہونے کا امکان تھا بہرحال اس میں مولانا کا کوئی قصور نہیں رہائی کے بعد مولانا نے ملک کے طول و عرض کا دورہ شروع کر دیا اور لاہور کی بادشاہی مسجد میں خطبہ جمعہ کے بعد ایسی زوردار تقریر ترک موالات کے موضوع پر کی کہ برطانوی حکومت گھبرا اٹھی۔ امرتسر میں اسی قسم کی ایک تقریر کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا کہ اگر چہ قانون کی خلاف ورزی کا ابھی تک فیصلہ نہیں کیا گیا مگر میرے لیے ناممکن ہے کہ قانون کی خلاف ورزی کے خوف سے اعلان حق و صداقت سے باز رہوں ان ہی دنوں علی برادران مولانا حسین احمد مدنی ڈاکٹر کچلو اور دوسرے لیڈروں کو خلافت کانفرنس کی ایک قرارداد کی بنا پر گرفتار کر لیا گیا۔ مولانا کو جب اس کی خبر پہنچی تو انہوں نے اسی وقت محمد علی پارک میں جلسہ عام کا اعلان کر دیا۔ اور اس میں تقریر کرتے ہوئے واضح الفاظ میں فرمایا کہ یہ قرارداد دراصل میری تیار کردہ ہے اور اس کی ذمہ داری سراسر مجھ پر عائد ہوتی، اگر یہ جرم ہے تو میں اعلان کرتا ہوں کہ میں اس جرم کا ارتکاب ہمیشہ کرتا رہوں گا۔ چنانچہ خلافت اور جمعیت علماء کے جلسوں میں آپ نے اس قرارداد کو اور زیادہ واضح لفظوں میں پیش کیا اور اعلان کیا کہ چونکہ حکومت نے اس قرارداد کو جرم قرار دیا ہے۔ اس لیے ہر مسلمان کا دینی و ملی فریضہ ہے کہ وہ اس قرارداد کی اشاعت و تبلیغ کرے جس پر حکومت گھبرا اٹھی اور علی برادران کے مقدمہ میں ترمیم کر کے نیا استغاثہ اس طرح دائر کیا کہ کلکتہ کانفرنس کا ریزولیشن بھی اس میں شامل کر دیا۔ اس پر مولانا نے فرمایا سب سے پہلے میں نے کلکتہ کانفرنس کے لیے ریزولیشن تیار کیا تھا۔ میں نے خود اپنے قلم سے لکھا میری ہی صدارت میں منظور ہوا۔ جمعیۃ العلماء کے اجلاس میں میں نے بصورت فتویٰ دستخط کیے۔ اور متعدد جگہ میری صدارت میں یہ قرارداد منظور ہوئی۔ پھر فرمایا میں یہ بات لوگوں سے بھی کہتا ہوں اور پھر اس پر عمل بھی کرتا ہوں اور اس کی تبلیغ بھی کرتا ہوں، اگر یہ جرم سازش ہے تو میں اس جرم کا ہزار مرتبہ [illegible] کرتا ہوں، حکومت کو چاہیئے کہ علی برادران سے پہلے۔ انہوں نے صرف نقل و اعادہ کیا ہے، مجھ پر مقدمہ چلاتی، مولانا کی اس عظمت و استقامت نے تہلکہ برپا کر دیا مگر حکومت کو گرفتار کرنے کی اس وقت جرأت نہ ہوئی۔ اور آپ یہ پیغام دیتے رہے

تحریک عدم تعاون و خلافت میں گرفتاری! اس دور کا سب سے اہم اور تاریخی واقعہ مولانا آزاد کی گرفتاری اور اس سلسلہ میں عدالت میں ان کا وہ بیان ہے جو مولانا کی جرأت و ہمت اور ایمانی قوتوں عدیم النظیر استقلال کا ایک بے مثال نمونہ ہے جس کا مختصر اقتباس درج ذیل ہے مولانا نے فرمایا!

تاریخ عالم کی سب سے بڑی بے انصافیاں میدان جنگ کے بعد عدالت کے ایوانوں میں ہی ہوئی ہیں۔ دنیا کے مقدس بانیان مذہب سے لے کر سائنس کے محققین تک کوئی پاک اور حق پسند جماعت ایسی نہیں جو مجرموں کی طرح عدالت میں کھڑی نہ کی گئی ہو بلاشبہ زمانے کے انقلاب سے عہد قدیم کی بے شمار برائیاں مٹ گئیں۔ اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ اب دنیا میں دوسری صدی کی خوفناک عدالتیں اور ازمنہ وسطیٰ کی پراسرار انکوئیزیشنز وجود نہیں رکھتی لیکن میں یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ جو جذبات ان عدالتوں میں کام کرتے تھے۔ ان سے بھی ہمارے زمانے کو نجات مل گئی ہے وہ عمارتیں ضرور گرا دی گئی ہیں جن میں خوفناک اسرار بند تھے۔ لیکن دلوں کو کون بدل سکتا ہے جو انسانی خود غرضی اور ناانصافی کا دفینہ ہیں۔ عدالت کی ناانصافیوں کی فہرست بڑی طولانی تاریخ ہے۔ تاریخ آج تک اس کے ماتم سے فارغ نہیں ہو سکی۔ ہم اس میں حضرت مسیح جیسے پاک انسان کو دیکھتے ہیں۔ جو اپنے عہد کی اجنبی عدالت میں چوروں کے ساتھ کھڑے کیے گئے ہم کو اس میں سقراط نظر آتا ہے جس کو صرف اس لیے زہر پیالہ پینا پڑا کہ وہ اپنے ملک کا سب سے سچا انسان تھا۔ ہم کو اس میں فلورنس کا فداکار حقیقت پسند گلیلیو بھی نظر آتا ہے جو اپنی معلومات و مشاہدات کو اس لیے نہیں جھٹلا سکا کہ وقت کی عدالت کے نزدیک اس کا اظہار جرم تھا۔

یہ مجرموں کا کٹہرا کتنی عظیم جگہ ہے جہاں سب سے اچھے اور سب سے برے دونوں طرح کے انسان کھڑے کیے جاتے ہیں اس عظیم جگہ کی متعلق تاریخ پر جب غور کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ اس جگہ کھڑے ہونے کی عزت جو آج میرے حصہ میں آئی ہے تو بے اختیار میری روح خدا کے حمد و شکر میں ڈوب جاتی ہے اور صرف وہی جان سکتا ہے کہ میرے سرور و انبساط کا کیا عالم ہے۔ میں مجرموں کے کٹہرے میں محسوس کرتا ہوں کہ بادشاہوں کے لیے قابل رشک ہوں۔

یقیناً میں نے کہا ہے کہ موجودہ گورنمنٹ ظالم ہے لیکن اگر میں یہ نہ کہوں تو کیا کہوں؟ میں نہیں جانتا کہ کیوں مجھ سے یہ توقع رکھی جائے کہ ایک چیز کو اس کے اصلی نام سے پکاروں میں سیاہ کو سفید کہنے سے انکار کرتا ہوں میں کم سے کم اور نرم سے نرم لفظ جو اس بارے میں بول سکتا ہوں وہی ہے۔ ایسی ملفوظ عدالت، جو اس سے کم ہو میرے علم میں نہیں ہے۔ میں یقیناً یہ کہتا رہا ہوں کہ ہمارے فرض کے سامنے دو ہی راستے ہیں کہ گورنمنٹ حق تلفی و ناانصافی سے باز آ جائے۔ اگر باز نہیں آ سکتی تو مٹا دی جائے۔ میں نہیں جانتا کہ اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے؟ یہ تو انسانی عقائد کی اتنی بڑی سچائی ہے کہ صرف پہاڑ اور سمندر ہی

اس کے ہم عمر کہے جا سکتے ہیں جو چیز بری ہے یا تو درست ہو جانا چاہیئے یا مٹ جانا چاہیئے۔ تیسری بات کیا ہو سکتی ہے کہ جب میں گورنمنٹ کی برائیوں پر یقین رکھتا ہوں تو یقیناً یہ دعا بھی نہیں مانگ سکتا کہ وہ درست نہ ہو۔ اور اس کی عمر دراز بھی ہو اور میں یہ نہیں چاہتا ہوں کہ میرا یہ عقیدہ اس جیلے ہے۔ میں ہندوستانی ہوں اور میرا اعتقاد ہے کہ آزاد رہنا ہر قوم اور ہر فرد کا پیدائشی حق ہے۔ کوئی انسان یا کسی انسان کی بنی ہوئی بیوروکریسی یہ حق نہیں رکھتی کہ خدا کے بندوں کو اپنا محکوم بنائے۔ محکومی اور ناکامی کے لیے کیسے ہی خوشنما نام کیوں نہ رکھ لیے جائیں۔ لیکن وہ غلامی ہی ہے اور خدا کی مرضی اور اس کے قانون کے خلاف ہے پس میں موجودہ حکومت کو جائز حکومت تسلیم نہیں کرتا اپنا ملکی مذہبی اور انسانی فرض سمجھتا ہوں کہ اس محکومی سے ملک و قوم کو بچاؤں

پھر مولانا نے فرمایا۔

ایک مسلمان سے یہ توقع رکھنی کہ وہ حق کا اعلان نہ کرے اور ظلم کو ظلم نہ کہے بالکل ایسی ہی بات ہے کہ وہ اسلامی زندگی سے دستبردار ہو جائے۔ اگر تم کسی آدمی سے یہ مطالبہ کرنے کا حق نہیں رکھتے کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ دے تو یقیناً ایک مسلمان سے بھی یہ مطالبہ نہیں کر سکتے کہ وہ ظلم کو ظلم نہ کہے۔ کیونکہ دونوں باتوں کا مطلب ایک ہی ہے اسلام تمام تر بے خوفی اور قربانی کی دعوت ہے۔ قرآن جابجا یہ کہتا ہے کہ مسلمان وہ ہے جو خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرے ہر حال میں سچی بات کہے نہ ہوں،

پیغمبر اسلام نے فرمایا سب سے اچھی موت اس آدمی کی ہے جو کسی ظالم کے سامنے حق کا اظہار کرے اور اس کی پاداش میں قتل کر دیا جائے۔ جن مسلمانوں کے مذہبی فرائض میں یہ داخل ہے کہ موت قبول کر لیں حق گوئی سے باز نہ آئیں ان کے لیے دفعہ ۱۲۴ الف کا مقدمہ یقیناً کوئی بڑی چیز نہیں ہو سکتا جس کی زیادہ سے زیادہ سزا سات سال ہے۔ میرا اقرار جرم واضح ہے کہ موجودہ حکومت ایک ناجائز بیوروکریسی ہے۔ اور کروڑوں انسانوں کی مرضی اور قوانین کے لیے محض نفی ہے۔ وہ ہمیشہ انصاف اور سچائی پر اپنے پرسٹیج کو ترجیح دیتی ہے۔ وہ جلیانوالہ باغ امرتسر کا قتل جائز سمجھتی ہے۔ وہ انسانوں کے لیے اس حکم میں کوئی ناانصافی نہیں سمجھتی۔ کہ چوپایوں کی طرح پیٹ کے بل چلائے جائیں وہ صرف بے گناہ لوگوں کو صرف اس لیے تازیانہ کی ضرب سے بے ہوش کر دیتے ہیں کہ کیونکہ وہ ایک بت کی طرح یونین جیک کو سلام نہیں کرتے وہ تیس کروڑ انسانوں کو پیہم التجاؤں پر اسلامی خلافت کی پامالی سے باز نہیں آتی۔ پھر آگے چل کر فرمایا کہ اگر میں ایسی حکومت کو ظالم اور یا درست ہو یا مٹ جاؤ نہ کہوں تو کیا عادل اور نا درست ہوا ورنہ مٹو کہوں کیا صرف اس لیے ہے کہ ظالم طاقت ور ہے اور اس کے پاس جیل ہے اس کا حق دار ہو جاتا ہے کہ سچائی کا نام بدل دیا جائے۔ اسلام کسی حال میں جائز نہیں رکھتا کہ مسلمان آزادی کھو کر زندگی بسر کرے۔ مسلمانوں کو مٹ جانا چاہیئے یا آزاد رہنا چاہیئے تیسری راہ اسلام میں کوئی نہیں۔

آج جو کچھ ہو رہا ہے اس کا فیصلہ کل ہوگا۔ انصاف باقی رہے گا۔ بے انصافی مٹ جائے گی۔ آخر میں فرمایا سزا زیادہ سے زیادہ جو دی جا سکتی ہے دے دو بلاتامل یقین دلاتا ہوں کہ سزا کا حکم لکھتے وقت جس قدر جنبش تمہارے دل میں ہوگی۔ اس کا عشر عشیر اضطراب بھی سزا سن کر میرے دل کو نہ ہوگا۔ مسٹر مجسٹریٹ اس کے لیے وہ کرسی بھی اتنی ہی ضروری ہے جتنا یہ کٹہرا۔ اس یادگار اور افسانہ بننے والے کام کو جلد ختم کریں۔ تاریخ ہمارے انتظار میں ہے اور مؤرخ کب سے ہماری راہ تک رہا ہے ہمیں جلد جلد یہاں آنے دو اور تم جلد جلد فیصلہ لکھتے رہو ابھی کچھ دنوں یہ کام جاری رہے گا۔ یہاں تک کہ ایک دوسری عدالت کا دروازہ کھل جائے، یہ خدا کے قانون کی عدالت ہے وقت اس کا جج ہے۔ وہ فیصلہ لکھے گا یہ فیصلہ آخری ہوگا۔

مولانا کا یہ بیان "قول فیصل" کی صورت میں چھپ چکا ہے۔ اس بیان سے مولانا کی جرأت استقامت، ایمانی و عزیمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اور سیاسی اختلاف سے قطع نظر وہ لوگ جو دن رات ان کی ذات پر کیچڑ اچھالتے رہتے ہیں۔ ٹھنڈے دل سے اندازہ لگائیں کہ مولانا ابوالکلام کی انگریز دشمنی اور اسلام پر مکمل ایمان و استقلال سے انکار ممکن ہے اور کیا یہ امر واقع نہیں کہ مولانا آزاد اور ان کے ساتھیوں نے انگریزی استعمار کی جڑیں کھوکھلی کرنے اور مسلمانوں کو ان کے مقام اصلی سے آشنا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ راقم الحروف خود تحریک پاکستان کا ایک گمنام کارکن ہے۔ لیکن اس کے باوجود حقائق سے انکار ناممکن ہے۔ ان لوگوں نے فرنگی استعمار کی چولیں ڈھیلی کر کے استخلاص وطن کی جدوجہد نہیں کی اور انگریز کو ملک بدر کرنے کی راہ ہموار نہیں کی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس ملک میں مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگانے اور ان میں حیات نو پیدا کرنے میں ابوالکلام کا نام نمایاں اور بلند ہے۔ جس سے ان کے دشمن بھی انکار نہیں کر سکتے۔

بلاشبہ تحریک پاکستان کے بارے میں مولانا کے کردار سے بحث کی جا سکتی ہے۔ اور ان کی پالیسی سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ مگر امر واقع نہیں ہے کہ قیام پاکستان کے ابوالکلام نے اسے حقیقت تسلیم کر کے اس کے استحکام و ترقی کی نہ صرف خواہش کا اظہار کیا بلکہ ایسے انسان کو جس میں تعمیر پاکستان کی صلاحیتیں موجود تھیں اسے پاکستان کی خدمت و مضبوط کرنے کا مشورہ دیا۔ محترم ڈاکٹر باقر ایسے لوگ اس کی زندہ شہادت ہیں کہ تقسیم کے بعد ان کو تعمیر پاکستان سے کس قدر دلچسپی تھی۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ خضر وزارت کی تشکیل کر کے مولانا نے ایک ایسی شدید غلطی کا ارتکاب کیا جس سے مسلم مفاد کو شدید نقصان پہنچا۔ مگر سوال یہ ہے کہ خضر کے مستعفی ہو جانے کے بعد کیا کوئی ایسی وزارت قائم ہو سکی جس میں مسلم نقطہ نظر یعنی مسلم لیگ کو نمائندگی کا حق دیدیا گیا ہو۔ بہر حال پھر خضر کو وزارت عظمیٰ پر متمکن کر دینا ایک ہر لحاظ سے ایک غلط سیاسی قدم تھا۔ مگر لطف یہ کہ.... جواہر لال جیسا کانگریسی نے بھی اسے غلط قرار دیا تاہم اس سے انکار ناممکن ہے کہ ابوالکلام جہاں بھی رہے اپنے مسلمان ہونے پر فخر کیا چنانچہ رام گڑھ کے خطبہ صدارت میں صاف فرمایا۔

"میں مسلمان ہوں اور فخر سے محسوس کرتا ہوں کہ مسلمان ہوں، اسلام کی تیرہ سو سالہ روایتیں میرے ورثہ میں آئی ہیں میں تیار نہیں کہ اس کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ ضائع ہونے دوں اسلام کی تاریخ، اسلام کی تعلیم، اسلام کے علوم و فنون میری دولت کا سرمایہ ہیں اور میرا فرض ہے کہ میں اس کی حفاظت کروں

(باقی آئندہ)

بشکریہ ہفت روزہ پٹھان

ابوالضیاء مجیب الرحمان ساجد علوی

اسلام میں فرد و جماعت کے درمیان ربط و تعلق

اسلام ایک ایسا دین ہے جو انسان کے تمام شعبہ ہائے حیات کے لیے احکام وضوابط دیتا ہے اور انفرادی و اجتماعی زندگی کا کوئی گوشہ اس کی نگاہ سے پنہاں نہیں ہے۔ اس میں فرد اور جماعت کے جملہ مسائل کا حل موجود ہے۔ یا عائلی مسائل کی تفصیلات بھی بیان کرتا ہے اور معاشرتی گتھیوں کو بھی سلجھاتا ہے۔ معاشی مسائل ہوں یا سیاسی کوئی بھی اس کے دائرہ کار سے خارج نہیں۔

اسلام نے فرد اور جماعت دونوں کے حقوق و فرائض (جن کو شریعت کی زبان میں حقوق العباد کہتے ہیں) متعین کیے ہیں۔ ایک فرد کا دوسرے فرد سے تعلق، فرد اور معاشرہ کے باہمی روابط، انفرادی و اجتماعی مسائل وحقوق کے لیے دینِ اسلام میں ایک ایسا قانون موجود ہے جو دنیا کے تمام دوسرے قوانین کی نسبت جامع اور ممتاز ہے۔ اور اس کے جامع و ممتاز ہونے کی وجہ صرف اور صرف یہی ہے کہ یہ نظام انفرادی اور اجتماعی مسائل کو اخلاقی نقطۂ نگاہ سے حل کرتا ہے۔

میں اسلام کے اخلاقی نقطۂ نگاہ کا صرف ایک پہلو آپ کے سامنے رکھتا ہوں اور وہ یہ کہ اسلام فرد کو کامل آزادی دیتا ہے حکومت کو طاقت کے استعمال کرنے کے ساتھ ان کی ایمانی و اخلاقی حس کو بھی بیدار کرتا ہے تاکہ مجبور و محکوم ہونے کی بجائے افراد بخوشی اسلامی قوانین کو خوش آمدید کہیں۔

صحیح مسلم کی حدیث "کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ" کے مطابق اسلامی قوانین فرد اور جماعت دونوں کی عزت و آبرو اور امن و آسائش کے کفیل ہیں۔ لیکن ان قوانین میں اس کا مخصوص زاویۂ نگاہ یہ ہے کہ تمام معاملات خدا کی اطاعت، اخلاقی اصولوں کی برتری، احترام انسانیت اور دوسروں کے حقوق کی نگہبانی کی روشنی میں طے ہوں۔ کیونکہ اسلامی معاملات کی اصل و اساس احترامِ انسانیت ہے جس میں عدل و مساوات کی روح کارفرما ہے۔

دینِ اسلام ایک ایسا کامل نظام زندگی ہے جو نفسِ انسانی کی اصلاح کرتا ہے انسانوں کو اس کے صحیح مقام سے روشناس کراتا، خدا رسول اور یوم آخرت پر ایمان کے ذریعہ کائنات اور اس کی حقیقتوں اور زندگی اور اس کے مقاصد سے انسانی کا رشتہ صحیح بنیادوں پر استوار کرتا ہے جو شخص بھی تعصب کی عینک اتار کر اسلامی نظامِ حیات کا مطالعہ کرے گا وہ اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لیے مجبور ہو گا کہ دینِ اسلام زندگی کے مسائل کو نہایت خوش اسلوبی سے حل کرتا ہے کیونکہ اسلام کا پیش کردہ نظامِ زندگی اس قدر ہمہ گیر ہے کہ انسانی زندگی کا کوئی شعبہ اس کی وسعتوں سے خارج نہیں۔ اسلام انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لیے مفصّل ہدایات دیتا ہے فرد ہو یا معاشرہ، سرمایہ دار ہو یا مزدور، کسان ہو یا زمیندار، اسلام نے ہر ایک کے لیے زریں ہدایات کا ذخیرہ باقی چھوڑا ہے۔ اسلام کا پیغام رنگ و نسل ذات برادری اور جغرافیائی حدود و قیود سے آشنا نہیں اس کی نگاہ میں محمود و ایاز کی کوئی تمیز نہیں صہیب رومیؓ اور بلال حبشیؓ اسلام کی پناہ میں آکر وہ منصب و مقام حاصل کر سکتے ہیں جو ابوجہل و ابولہب کو قریشی ہونے کے باوجود حاصل نہ ہو سکا۔

آخر میں میں ان مغرب زدہ اذہان کو (جو ارتقائی منازل کو بآسانی طے کرنے کے خواہش مند ہیں) اس بات کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ جہاں آپ نے مادہ پرستی کے پیٹ میں جنم لینے والے معاشرتی ارتقا کے تصور کا مطالعہ کیا ہے وہاں اسلامی معاشرتی ارتقاء کے نظریہ کا بھی بغور مطالعہ کریں اگر آپ نے صدق دل اور طبقاتی کشمکش سے بالاتر ہو کر اس کا تقابلی مطالعہ کیا تو لامحالہ آپ کا ذہن یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جائے گا کہ مادہ پرست معاشرتی ارتقاء کے نظریہ نے جونہی ترقی پائی، عدل و انصاف کی جگہ جور و استبداد نے لے لی، شرافت رخصت ہو گئی اور اس کی جگہ شیطنیت کا عمل دخل نظر آنے لگا ہر قسم کے فتنہ و فساد اور سفاکی کو اخلاق عالیہ کا درجہ دے دیا گیا۔ ہیگل نے انسانی ارتقاء کے لیے اقوام کی جنگ کو ضروری قرار دیا، کارل مارکس کے نزدیک طبقاتی کشمکش ارتقاء کے لوازم میں قرار پایا اور اس پر ڈارون نے یوں قلم اٹھایا کہ

"زندہ رہنا صرف طاقتور کا حق ہے اور کمزور کو نعمتِ حیات سے بہرہ ور ہونے کا کوئی حق نہیں۔ کمزور کے لیے یہاں کوئی جگہ نہیں اسے چاہیے کہ کائنات کو اپنے ناتواں وجود سے جلد از جلد پاک کر دے"

اور اس کے برعکس اگر آپ اسلام کے معاشرتی ارتقاء کے نظریہ پر نظر دوڑائیں گے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ اسلام انسانی معاشرہ کے تمام مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ اور اس کے لیے ترقی کی راہ ہموار کرتا ہے۔ اسلام جسمانی زندگی کے پہلو بہ پہلو روحانی زندگی کو بھی نظر انداز نہیں کرتا اور مادی وسائل کو اخلاقی مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کرنے کی تلقین کرتا ہے اور اس پر مزید یہ کہ اسلامی قوانین ترقی کی راہ میں حائل نہیں ہوتے اور ایک انسان اطاعتِ خداوندی کی حدود میں رہ کر دنیوی ترقی کی سب منزلیں طے کر سکتا ہے۔

غرضیکہ دینِ اسلام دراصل انسان کو یہ بات سکھانا چاہتا ہے کہ اس کائناتِ ارضی کی ہر چیز تیری خدمت کے لیے پیدا کی گئی ہے مگر تجھے صرف ان کے لیے خلق نہیں کیا گیا۔

ے نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسماں کے لیے
جہاں ہے تیرے لیے تو جہاں کے لیے

امجد علی شاکر

۷

قصہ ہمارے شب زندہ دار بننے کا

آج سے یہ حقیر فقیر پر تقصیر باضابطہ اعلان کرتا ہے کہ یہ فقیر حسبِ ضابطہ شب زندہ دار ہو چکا ہے تاکہ ہر کس و ناکس اور ہر کہ و مہ خبردار رہے۔ فقیر کے شب زندہ دار ہونے کے اجمال کی کسی قدر تفصیل یہ ہے کہ یہ حادثہ اس طرح پیش آیا کہ کل سارا دن ایک تانگے پر بیٹھا ہوا ایک شخص لاؤڈ سپیکر کے ذریعے یہ اعلان کرتا رہا "آج شب کو فلاں عالم دین جو کہ فاضل ضعیف کی بجائے فاضل نوجوان ہیں۔ حضرت مولانا اور مدظلہٗ کے ستارہ ہائے عظمت ان کے نام کے سابقے اور لاحقے ہیں۔ مجاہد ملت شیر اسلام اور اس قبیل کے بعض القاب ان کے خانہ ساز ہیں۔ آج رات کو فلاں مسجد میں جو کہ فی الواقع جامع ہے خطاب فرمائیں گے۔ لہٰذا لوگوں کو خبردار کیا جاتا ہے کہ اگر انہیں اپنی شرافت اور دوسروں کی نزاکت کا کچھ بھی خیال ہے تو وہ بالضرور اس موقعہ پر حاضر ہوں تاکہ بعد میں اپنے آپ کو سینی گواہ کہلا کر ثواب دارین کا پرمٹ حاصل کر سکیں۔

ہمارا حال تو لوگوں کو معلوم ہی ہے کہ آج تک اس قسم کے مصرعے اٹھانے اور مُردوں کو کندھا دینے کا کام ہم نے خاصا آسان سمجھ رکھا ہے۔ مگر اس مصرعے کو بے بحر قرار دے کر چھوڑ دیا اور گرہ لگانا مناسب نہ سمجھا ہمیں علم تھا کہ رات کو ایک بھیڑ قسم کا ایک مولوی لوگوں کے حسن سماعت کو مجروح کرے گا اور اس کے پیچھے لوگوں سے زبردستی نعرے لگوا کر ان کے پھیپھڑوں سے ظلم کریں گے۔ اس دوران فاضل مقرر کبھی تو عالم نزع میں تڑپنے والے بکرے کی ہیئت پیش کریں گے اور کبھی کسی زندہ مسخرے کو مات دیں گے کبھی کسی شاعر کو عالم برزخ میں بھی بے چین کریں گے اور کبھی گدھے کی روڑی کی خراب کرنے کی کوشش کریں گے۔ جب تین گھنٹے ایسے مناظر دیکھنے سے فراغت ہو گی تو معلوم ہو گا کہ یہ تقریر ہم لگ پہلے سالانہ مقررین سے سن چکے ہیں سے

ہر اک زمیں پہ ایک ہی تحریر نقش ہے
ملتا ہے ایک رنگ کا مضمون کہاں کہاں

نماز عشاء کے بعد فقیر مطالعہ میں مصروف ہونے کے لیے ابھی کتاب ہاتھ میں لے کر "نشست" باندھ رہا تھا کہ ایک شور و غل نے اپنی جانب متوجہ کر لیا فقیر نے اپنی قوت سماعت کا امتحان لینے کے لیے شور کی سمت پوری توجہ مبذول کر دی۔ معلوم ہوا کہ "مسجد خاص" میں ایک مولانا صاحب تشریف لا چکے ہیں اور یہ غل غپاڑہ ان کے اعزاز میں برپا کیا جا رہا ہے۔

تھوڑی دیر بعد شور تھما تو ایک صاحب نے اپنی خوش گلوئی کا مظاہرہ شروع کر دیا۔ اپنی اس حرکت سے موصوف کا مقصد سوئے ہوؤں کی نیند خراب کرنا جاگتے ہوئے لوگوں کو "ادا زار" کرنا اور نیم جاگتے لوگوں کو ان کی اس حرکت کی سزا دینا تھا۔

اس صاحب کے بعد ایک اور صاحب تشریف لائے اور انھوں نے مقرر موصوف کی ولدیت کو ثابت کرنے کے لیے ایک نظم کچھ اس لب و لہجہ میں ارشاد فرمائی کہ ہمیں اپنے گلے کی خرابی کا افسوس بالکل نہ رہا۔ کیونکہ ہمیں معلوم ہو گیا تھا کہ خوش گلوئی کے معاملے میں ہم سے بھی گئے گزرے لوگ بالفعل اسی سرزمین پہ زندگی گزار رہے ہیں۔

بہرحال جلسے میں وہی کچھ ہوتا رہا جو اکثر اس قسم کے جلسوں میں ہوتا ہے۔ آخر میں خاص مقرر تشریف لائے۔ آتے ہی انھوں نے اپنے علم و حکمت کا مظاہرہ شروع کر دیا۔ یہ مظاہرہ کچھ ایسے ثقہ انداز میں برپا ہو رہا تھا کہ ہم نے آج تک کسی بھی مجمع باز کو کسی بھی چوراہے یا دوراہے پر ایسی ثقاہت کا مظاہرہ کرتے نہیں دیکھا تھا۔ ان صاحب نے اپنی خوبصورت منطق سے یہ ثابت کیا کہ مدینہ کے کتے بہت عظیم المرتبت ہیں اور ہما و شما سے بھی کہیں بالا ہیں۔ مگر تھوڑی دیر بعد مجنوں کے اس شاگرد رشید نے آئمہ مکہ و مدینہ کے بارے میں اپنے اسی خوبصورت انداز میں "گوہر افشانی" فرمائی جس انداز سے وہ مولانا مفتی محمود اور مولانا غلام اللہ خاں کو نواز چکے تھے تھوڑی دیر بعد انہی برخوردار نے اپنے آپ کو مولانا غلام اللہ خاں کا شاگرد رشید بتایا تاکہ لوگوں کو ان کے ناخلف ہونے کے بارے میں کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہ رہے ....

حضرات رات کا بقیہ حصہ اس بات پر عمل کرنے میں بسر ہوا۔

ع ہاں عقل و دانش بباید گریست

غبارہ ——— ہمارا قومی نشان

غبارہ ہمارا قومی نشان ہے یہ دعویٰ کرتے ہوئے خوفِ فسادِ خلق کا عظیم خطرہ مجھ حقیر کی جانِ ناتواں کو شدت سے لاحق ہو رہا ہے مگر میرے پاس اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے اس قدر بے شمار دلائل موجود ہیں کہ میں بلا خوف یہ عظیم دعویٰ کر رہا ہوں ہندوستان اور پاکستان کے لوگوں نے سوچ و بچار کی جملہ قوتیں صرف کر کے اپنے اجتماعی شعور سے ایک عظیم کردار تخلیق کیا ہے اور وہ کردار اس قدر خوبصورت دلچسپ اور دل پسند ہے کہ وہ آج ہماری تہذیب کی زندہ سلامت بن گیا ہے پوری قوم سوچ و بچار کرتے ہوئے اسی کے مقیاس فکر کو اپناتی ہے اور اسی کے انداز نظر پہ غور و فکر کرتی ہے۔ وہ زندہ اور عظیم کردار شیخ چلی کا ہے جو ہمارے اجتماعی لاشعور کا ایک حصہ ہے جہاں سے وہ وقتاً فوقتاً ہدایات اور احکامات شعور کی طرف بھیجتا

بقیہ صفحہ ۴۲

حاتم کا بیٹا بارگاہ نبوت میں

عبدالقیوم مظاہری

حاتم طائی کے بیٹے عدی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے نفرت تھی کیونکہ وہ مذہباً عیسائی اور اپنی قوم کا بہت بڑا سردار تھا اپنی قوم میں اس کی ہردلعزیزی کا یہ عالم تھا کہ اسکی قوم اپنی آمدنی کا ایک مخصوص حصہ اسکو بطور نذرانہ پیش کرتی تھی اسکا اپنا یہ خیال تھا کہ میں اپنے دین پر ہوں اور اپنے علاقہ کا بادشاہ ہوں، مجھے مسلمان ہونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے کی ضرورت نہیں ہے

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پے درپے فتوحات کی خبریں سن کر وہ چوکنا رہنے لگا تھا۔ اس نے اپنے تئیں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ مجھے اگرچہ ترک وطن کرنا پڑے لیکن اس نبی کی بات ہرگز نہ مانوں گا اور نہ میں کبھی دائرہ اسلام میں داخل ہوں گا۔

چنانچہ اس نے اپنے اصطبل کے داروغہ کو یہ حکم دے رکھا تھا کہ دو عمدہ اور تیز رفتار اونٹ ہر وقت اس کے دروازے پر تیار رکھے اور جب اس علاقے میں مسلمانوں کی آمد کی اطلاع ہو، وہ فوراً آکر اسے مطلع کر دے تاکہ وہ ترک وطن کے منصوبے پر عمل کر سکے۔

اصطبل کا داروغہ ایک روز دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا:-

"اے سردار! فوج محمدی کے آنے پر جو کچھ آپ کا منصوبہ ہو بس کر گزر دیجئے، کیونکہ دور سے مجھے کچھ جھنڈے نظر آتے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمان حملہ آور ہونے والے ہیں۔"

حاتم کا بیٹا عدی اسلام اور پیغمبر سے اپنی دلی نفرت کی وجہ سے بلا تاخیر کئے دو برق رفتار اونٹوں پر اپنے بیوی بچوں اور زر و مال کو لاد کر راہی ملک شام ہوا۔ اسے انتہائی جلد بازی میں اپنی بہن کو ساتھ لینا بھی یاد نہ رہا۔

مسلمانوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سرکردگی میں قبیلہ بنی طے پر حملہ کیا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فسادیوں کو پکڑ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ بھیج دیا جب ان قیدیوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو ان میں سے ایک عورت آگے بڑھی جس کے چہرے بشرے سے ذہانت دلیری، متانت اور سنجیدگی ظاہر ہوتی تھی یہ مشہور سخی حاتم کی نور نظر اور عدی بن حاتم کی عزیز بہن تھی، اس نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا:-

"میں اپنی قوم کے سردار حاتم کی بیٹی ہوں میرا باپ رحم و کرم، بخشش و عطا میں مشہور تھا غریبوں پر رحم کھانا، بھوکوں کو کھانا کھلانا اور ننگوں کو کپڑا پہنانا اس کا محبوب مشغلہ تھا۔

میرا بھائی اپنی جان بچا کر بھاگ گیا اور میں بے یار و مددگار آپ لوگوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئی، آپ مجھ پر رحم کریں۔" یہ درد انگیز کلمات پھر ایک بے یار و مددگار عورت کی زبانی سن کر آپ کتنے متاثر ہوئے ہوں گے، اس کا اندازہ آج کون کر سکتا ہے۔ معافی تو آپ کا شیوہ ہی تھا، اپنے پرائے، دوست دشمن حتی کہ جو لوگ اپنی نفرت اور عداوت کی آگ کو اپنے خون سے بجھانے کے درپے تھے آپ کے عفو و کرم کے دروازے پر پہنچنے کے بعد کبھی محروم واپس نہ ہوئے۔

آج عرب کے ایک بہت بڑے محسن اور مشہور زمانہ سخی حاتم طائی کی بیٹی آپ کے سامنے کھڑی پر امید لہجہ میں عفو و کرم اور درگزر کرنے کی التجا کر رہی تھی بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ آپ اسے مایوس کر دیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا:-

"تیرے باپ میں مومنین جیسی صفات تھیں، جا تو اور تیرے متعلقین آزاد ہیں۔"

اور پھر آپ نے اپنی طرف سے زاد راہ اور لباس کا انتظام فرمایا اور اسطرح وہ دوبارہ اپنے بھائی عدی سے ملک شام میں جا ملی۔

اس نے اپنے بھائی سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق اور اپنی رہائی کی پوری کیفیت کہہ سنائی وہ فطرتاً بڑی دانا اور عقلمند تھی۔ جب عدی نے اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا کہ وہ کیسے آدمی ہیں، وہ واقعی نبی ہیں یا وہ صرف فاتح اور بادشاہ ہیں تو اس نے کہا۔

"میری رائے یہ ہے، عدی تم اپنی اولین فرصت میں ان کے پاس چلے جاؤ، انہیں پرکھو جانچو، اگر وہ واقعی نبی ہیں تو سابقین کی فضیلت کو کیوں ضائع کیا جائے اور اگر وہ بادشاہ یا فاتح ہیں تو ان کے پاس جانے میں تمہاری کسی قسم کی ذلت نہیں، کیونکہ تم خود ہی اپنی قابلیتوں میں بے نظیر ہو۔ تم ان کے پاس بڑا مقام حاصل کر لو گے۔"

پتہ نہیں بہن کے جملوں میں وہ کونسی برقی قوت پنہاں تھی کہ اس کا دل دربار نبوت میں حاضر ہونے کے لئے بے چین ہو گیا۔ اس نے معمولی زاد راہ لیا اور شبانہ روز چل کر مدینہ منورہ میں داخل ہو گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے، عدی نے حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ آپ نے پوچھا تم کون ہو؟

میں عدی بن حاتم ہوں اس نے جواب دیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نو وارد مہمان کو لے کر گھر کی جانب چلے، پہنچنے کے راستہ میں ایک نحیف و کمزور بڑھیا نے آپ کو روک لیا۔ آپ کافی دیر تک اس کے پاس کھڑے اس کی داستان سنتے رہے لیکن آپ کے چہرے پر کبیدگی کے آثار

ظاہر نہ ہوئے اور عدی اپنی متجسانہ نگاہوں سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔

یہ شخص تو بادشاہ ہرگز نہیں ہو سکتا عدی نے اپنے دل میں کہا۔

پھر آپ گھر پہنچے اور ایک چمڑے کا گدا (جس میں کھجور کے پٹھے) بھرے ہوئے تھے نووارد مہمان عدی کے لئے پیش کیا۔

اس پر حضور ہی تشریف رکھیں عدی نے کہا ــــ نہیں عدی تم بیٹھو آنحضرتؐ نے باصرار فرمایا۔

عدی تعمیل حکم میں گدے پر بیٹھ گیا اور اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ آنحضرتؐ خود اس کے سامنے زمین پر بیٹھ گئے

یہ بادشاہ ہرگز نہیں عدی کے دل نے دوبارہ گواہی دی۔

" عدی تم رکوسی (عیسائیت کا ایک قدیم فرقہ ہے) ہو؟ آنحضرتؐ نے دریافت کیا۔

جی ہاں میں رکوسی ہوں عدی نے جوابدیا۔

تم اپنی قوم سے مال غنیمت اور پیداوار میں سے چوتھائی وصول کرتے ہو! آنحضرتؐ نے دریافت فرمایا۔

جی ہاں! عدی نے اثبات میں جوابدیا۔

ایسا کرنا تو تمہارے دین میں جائز نہیں ہے آنحضرتؐ نے فرمایا ــ بیچ ہے " عدی نے کہا "

اور اس کے دل نے گواہی دی کہ یہ نبی ضرور ہیں یہ سب جانتے ہیں ان سے مذاہب کے احکام پوشیدہ نہیں۔

عدی! اس دین میں داخل ہونے سے شاید تم کو یہ امر مانع ہے کہ ہم لوگ تعداد میں

شاید تم کو یہ امر مانع ہے کہ ہم لوگ تعداد میں کم ہیں اور ہمارے دشمن زیادہ ہیں۔ بخدا وہ وقت قریب آنے والا ہے جب عدی تم سن لوگے کہ اکیلی عورت قادسیہ سے چلے گی اور مکہ مکرمہ کا حج کرے گی اور اسے کسی کا ڈر یا خوف نہ ہوگا۔"

آپؐ نے فرمایا

عدی! اس دین میں داخل ہونے سے شاید تم کو یہ بھی مانع ہے کہ حکومت اور سلطنت آج دوسری قوموں کی ہے عدی! واللہ وہ وقت قریب آنے والا ہے جبکہ تم سن لوگے کہ شاہ ایران کا سفید محل مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا

عدی بتاؤ کہ تمہیں اللہ اکبر کہنے میں کیا عذر ہے کیا اللہ سے بھی کوئی بڑا ہے؟

عدی بتاؤ تمہیں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے میں کیا تامل ہے کیا اللہ کے سوا کوئی اور بھی معبود ہے آپؐ نے زوردار لہجہ میں فرمایا

اور نووارد عدی آپؐ کے حسنِ اخلاق کو دیکھ کر اور آپؐ کے کلمات طیبات سن کر اتنا متاثر ہوا کہ فوراً لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا اور اس کے دل میں نفرت اور عداوت کی جگہ والہانہ محبت کا جذبہ موجزن ہوگیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور فرطِ مسرت سے دمک اٹھا۔

بشکریہ ماہنامہ " نظام " کانپور (بھارت)

بقیہ :- تلخ شیریں

رہتا ہے اور شعور اس کے مطابق عمل سرانجام دیتا ہے۔

شیخ چلی کا غبارے سے گہرا تعلق تھا وہ جب کبھی بیٹھتا اپنے تخیل کو رنگین غبارہ سمجھ کر اس میں ہوا بھرنا شروع کر دیتا۔ جونہی غبارہ "ہوا آلود" ہوتا وہ پھیلنا شروع کر دیتا اس طرح تخیل کا غبارہ پھول جاتا ساتھ ہی دماغ بھی کچھ اتنی ہی جسامت اختیار کر جاتا۔ یہ وہ لمحہ ہوتا جب غبارے کی ہوا کی مقدار بتانے والی سوئی خطرے کے نشان کو چھونے لگتی اور اس سے چند لمحے بعد وہی کچھ تھا جس کی سوئی نشاندہی کر رہی ہوتی۔ یعنی نہ صرف غبارے کا وجود ہی ختم ہو جاتا بلکہ کچھ اور بھی "کچھ" نہ رہا ہوتا مگر یات تو سب جانتے ہیں کہ کب کسی نے خطرے کی گھنٹی کی طرف توجہ دی ہے اور کب کسی نے منادی ندا کو سنا ہے۔

غبارے کی یہ روایت ہماری جملہ معاشرتی معاشی اور سماجی زندگی پر محیط ہے حتیٰ کہ ہماری سیاسی زندگی کی روایت بھی اسی غبارے کے دم قدم سے قائم ہے۔ جس لمحے یہ غبارہ نہ رہے اس لمحے ہماری قومی سیاست میں ایک خاصا سخت قسم کا ڈیڈلاک پیدا ہو جاتا ہے جو دوسرے غبارے کی تخلیق تک اپنی پوری شدت سے موجود رہتا ہے۔ سیاسی زندگی کو بلاک کرنے کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ کسی ایک غبارے کو کوئی ننھی منھی سی سوئی دکھا دی جائے پھر دونوں کا ایک دوسرے سے اس طرح معانقہ کرایا جائے کہ سوئی کو غبارے کے دل وجود چیر جانے کا موقع مل سکے اس سے اگلا لمحہ سیاسی ڈیڈلاک کے آغاز کا لمحہ ہوتا ہے یہ عمل ہماری سیاسی زندگی میں اس تواتر سے ہوا ہے کہ ہمارے ماہر اور لائق سیاست دان بارہا نئے غبارے بناتے بناتے اتنے چابکدست ہو چکے ہیں کہ وہ اس ڈیڈلاک کی عمر کم سے کم کرنے پر ہر وقت قادر ہوتے ہیں بلکہ اکثر تو یہ ہوتا ہے کہ وہ غبارے کچھ زیادہ مقدار میں رکھتے ہیں تاکہ بوقتِ ضرورت کام آویں۔

ہماری انتہائی پسندیدہ شخصیت جناب شاہ احمد نورانی دام جمالہ جب سے قومی اتحاد سے ناراض ہوئے ہیں انہوں نے قومی اتحاد سے جھوبانہ کج رخی کا مظاہرہ کیا تھا اس دن سے وہ اپنے مطالبات کا ایک خوبصورت رنگ برنگا غبارہ شہر شہر دکھلتے پھرتے تھے۔ انہوں نے اپنے اس غبارے کے حسن میں اضافہ کرنے کے لیے اس پر ایک خوبصورت کاغذ لپیٹ دیا تھا جس کا نام ورکنگ پیپر تھا جو نورانی میاں کے بزرجمہروں نے دو ماہ کی محنت شاقہ سے تیار کر کے "ثانی" کے "معجزے" کا دعوے جھٹلا دیا تھا۔

۱۲ ربیع الاوّل کو ہم نے جنرل ضیاء الحق کی تقریر سنتے ہی ایک بات کہی تھی کہ اب کم از کم نورانی صاحب کے غبارے سے ہوا نکل گئی اور دوسرے روز نورانی صاحب کے بیان نے ہمارے اس دعوے کو سچا کر دکھایا تھا مگر نورانی صاحب اپنے لیے یہ رکاوٹ کیونکر برداشت کرتے انہوں نے اپنی ورکنگ کمیٹی کے ممبروں کو بلایا تاکہ ایک نیا اور خوبصورت غبارہ تیار کیا جا سکے چنانچہ چند دن بعد ایک نیا غبارہ فضا میں اڑتا ہوا دیکھا گیا ہم نے جانا کہ ممبروں کی محنت بر آئی مگر تھوڑی دیر بعد غبارہ ہوا کے بغیر تھا پھر اس میں جلد از جلد ہوا بھر کر اسے آسمان کی طرف جانب روانہ کیا گیا مگر یہ ہوا کی کمی کی شکایت کرنے جلد از جلد نورانی صاحب کی طرف آ جاتا ہے آپ اس کو تھوڑی سے مصنوعی ہوا عطاء کر کے آسمان کی جانب روانہ کر دیتے ہیں ــــ حضور! ہم نے جو دعویٰ کیا تھا کیا یہ

شہر شہر سے

ترتیب: قمر ہاشمی

اسلامی نظام کی کامیابی کے لئے پوری قوم مشترکہ طور پر جدوجہد کرے

مولانا محمد اجمل خان

جمعیت علماء اسلام کے مرکزی ناظم مولانا محمد اجمل خان نے جمعیت کے کارکنوں پر زور دیا ہے کہ وہ جمعیت علماء اسلام کی رکن سازی اور تنظیم نو مہم میں سرگرم حصہ لیں اور اپنی صفوں میں نظم و نسق پیدا کریں تاکہ وہ اسلامی نظام کی تکمیل کی جدوجہد میں بھرپور کردار ادا کر سکیں۔ جمعیت علماء اسلام کے مرکزی دفتر چوک رنگ محل لاہور میں کارکنوں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جمعیت علماء اسلام اہل حق کی نمائندہ تنظیم ہے جس نے ہر دور میں اسلام کی سربلندی اور عوامی مسائل کے حل کے لئے کوشش کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت نے پاکستان قومی اتحاد کے تعاون سے اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے جو پیش رفت کی ہے اس کی کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ پوری قوم مشترکہ طور پر جدوجہد کرے مولانا اجمل نے کارکنوں کو ہدایت کی ہے کہ رکن سازی کا کام تیز تر کر دیا جائے اور بلا امتیاز کسی طبقہ یا فرقہ کے ہر اس مسلمان کو جمعیت میں شمولیت کی دعوت دی جائے جو ملک میں اسلامی نظام کی تکمیل اور جمہوریت کی بحالی کا جذبہ رکھتا ہو انہوں نے کہا کہ رکن سازی ماہ رواں کے آخر تک مکمل ہو جائے گی اور اس کے بعد عہدہ داروں کے مرحلہ وار انتخابات عمل میں لائے جائیں گے انہوں نے کارکنوں کو تلقین کی کہ وہ رکن سازی کا کام وقت مقررہ کے اندر مکمل کر لیں تاکہ انتخابات مقررہ مدت میں ہو سکیں۔ اجتماع میں جمعیت علماء اسلام ضلع لاہور کے عہدہ دار بھی موجود تھے

اظہار تعزیت

کڈوڑ لعل عیسن ـــ جمعیت علماء اسلام کا ہنگامی اجلاس زیر صدارت امیر جمعیت علماء اسلام عبد الرحیم خان صاحب منعقد ہوا۔ سواد اعظم اہلسنت کے صدر مولانا غلام اللہ خان کی اہلیہ کی وفات پر اظہار غم و رنج کیا گیا جمعیۃ علماء اسلام کروڑ کے کارکن مولانا کے غم میں برابر کے شریک ہیں اللہ تعالےٰ مولانا کو صبر کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اجلاس مجلس ختم نبوت

دفتر مجلس ختم نبوت میں کارکنان ختم نبوت شہر لاہور کا اجلاس ہوا جس میں مرکز کی طرف سے مولانا محمد شریف جالندھری حاجی بلند اختر اسلام آباد سے مولانا غلام حیدر صاحب نے شرکت فرمائی۔ اسلام آباد میں مرزائیوں کی مسجد کیس میں جو عدالت کی طرف سے توہین عدالت کے نوٹس جاری ہوئے اس پر غور و خوض کے علاوہ حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب کی اہلیہ مرحومہ کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا اور قرآن خوانی کی گئی۔ حضرت مولانا اور ان کے صاحبزادگان کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کیا گیا اور دعا کی گئی کہ اللہ پاک مرحومہ کو انعامات و مغفرت سے نوازے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے

التماس

کسی صاحب کے پاس حضرت امیر شریعت سید عطا اللہ شاہ صاحب بخاری کی تقریر ہو تو رضاکارانہ یا معاوضہ دے کر عنایت فرمائیں۔

عبد المختار صدیقی جامع مسجد ہریا
ریلوے اسٹیشن ڈاکخانہ خاص تحصیل پھالیہ
ضلع گجرات۔

جلسہ سیرت النبی

گزشتہ روز جامع مسجد مکی چاہ چھپتے والا میں ایک جلسہ عام ہوا جس کی صدارت ملک محمد ریاض کھوکھر نے فرمائی جبکہ مہمان خصوصی علامہ عبد الحق صاحب مجاہد تھے۔ علامہ عبد الحق صاحب نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کے سب سے بڑی انقلابی لیڈر تھے انہوں نے اپنی پاکیزہ سیرت اور عمدہ اخلاق کے ذریعہ سے دنیا میں ایک عظیم انقلاب برپا کر دیا عربوں کو قعر مذلت سے نکال کر اوج ثریا تک پہنچا دیا۔ موجودہ دور میں درود و سلام کی بحث پر لب کشائی کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے پر درود پاک پڑھنا فرض سمجھتے ہیں۔ لیکن صرف اسی درود وسلم کے قائل ہیں جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہوں نے فرمایا کہ بریلوی طبقہ کے لوگ مولوی احمد رضا خان کی نظم کو درود و سلام کہتے ہیں۔ انکا درود MADE, IN INDIA ہے اور ہمارا درود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ ہے۔ مولانا لقمان صاحب علی پوری نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جامع شخصیت کے مالک تھے۔ انہوں نے نظام مصطفےٰ کو دنیا کا سب سے بہترین نظام قرار دیا اور فرمایا کہ علماء دیوبند نے اس نظام کو ملک میں نافذ کر کے حضور کی غلامی کا حق ادا کر دیا ہے جب کہ بریلوی علماء اپنی روائتی بدقسمتی سے اس سعادت سے محروم رہ گئے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ آج تک جتنی تحریکیں چلی ہیں دیوبند کے اکابر نے چلائی ہیں اور بریلوی طبقہ کے لوگوں کو دعوت دے کر شامل کیا گیا۔ انہوں نے چیلنج کیا کہ بریلوی علماء

ایک تحریک کا نام دے دیں جو انہوں نے خود چلائی ہو۔ انہوں نے فرمایا پیغمبروں کی سب سے بڑی سنت تکلیفیں اٹھانا ہے۔ اور دیوبند کے علماء کو یہ شرف حاصل ہے کہ انہوں نے ہر ظلم کے خلاف آواز بلند کر کے مار کھائی ہے۔ مولانا نے قومی اتحاد کو مبارک باد پیش کی کہ اس کی صدارت مفتی محمود صاحب فرما رہے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ تمام طبقہ کے مسلمانوں کو متحد ہو کر اسلام کی سربلندی کے لئے کوشش کرنا چاہیئے۔

دورہ رکن سازی

گذشتہ دنوں حاجی اللہ بچایا صاحب و مولوی محمد احمد صاحب نے دیہاتوں کا دورہ کیا۔ اور رکن سازی کا کام کرتے ہوئے۔ موضع مرید شاخ موضع ماچلہ۔ موضع فتح پور۔ موضع شاہوالی پہنچے مولوی محمد احمد صاحب نے تقریر فرمائی۔ پھر رات کو نو بجے ادبادڑہ پہنچے۔

اظہار تعزیت

مولانا غلام ربانی صدر قومی اتحاد امیر جمعیت علماء اسلام ضلع رحیم یار خان مولانا قاری حماد اللہ شفیق ناظم جمعیت علماء اسلام ضلع رحیم یار خان مولانا غلام مصطفےٰ جنرل سیکرٹری جمعیۃ علماء اسلام ضلع رحیم یار خان مولانا رشید احمد لدھیانوی نے اپنے اخباری بیان میں پاکستان کے ممتاز عالم دین مولانا غلام اللہ خان راولپنڈی کی اہلیہ کی وفات پر گہرے رنج کا اظہار کیا گیا اور کہا کہ مولانا موصوف کے اس غم میں ہم برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے

مولانا محمد یوسف قریشی صاحب کا دورہ ڈویژن بہاولپور

ڈویژنل کنوینر رکن ساز کمیٹی ڈویژن بہاولپور کے کنوینر مولانا محمد یوسف صاحب قریشی نے ڈویژن بہاولپور کا رکن سازی کے سلسلے میں دورہ کیا۔ دورے کا آغاز ضلع بہاولنگر سے کیا۔ بہاولنگر ضلع میں ان کے ہمراہ مولانا محمد قاسم صاحب قاسمی ناظم ورکن ساز کمیٹی ضلع بہاولنگر، مولانا بشیر احمد شاد تھے۔ اسی طرح ضلع بہاولپور میں بھی دورہ کیا ان کے ہمراہ خان غلام سرور خان اور مولانا غلام حسن صاحب تھے۔ ضلع رحیم یار خان میں قاری حماد اللہ شفیق مولانا عبدالصبور صاحب ڈاہر، مولانا غلام مصطفےٰ صاحب ناظم رکن ساز کمیٹی ضلع رحیم یار خان، مولانا عبدالرشید لدھیانوی ان تینوں اضلاع کا تفصیل کے ساتھ دورہ کیا اور رکن ساز مہم کا جائزہ لیا معلوم ہوا کہ اس دفعہ رکن سازی مہم کے دوران بہت سی اہم شخصیتیں شامل ہوئی ہیں۔ جو زمیندار۔ وکلاء۔ تاجران اور بااثر شخصیات پر مشتمل ہیں دورے کے دوران ڈویژنل کنوینر نے ہدایات جاری کیں۔ کہ آئندہ ماہ رکن ساز مہم کا منایا جائے اور رکن سازی بھرپور طریقہ پر کی جائے۔ تاکہ جمعیت علماء اسلام کے پروگرام سے ہر فرد آشنا ہو جائے۔ رکن سازی کے سلسلہ میں ہر ضلع کی کارکردگی حسب ذیل ہے

ضلع بہاولنگر میں تقریباً ۱۰۰ سیکٹروں میں کام ہو رہا ہے

تحصیل منچن آباد میں ۱۵ جگہ
منڈی صادق گنج - ۵ جگہ
گنج ملوٹ ۔۔۔۔۔ ۲ جگہ
تحصیل بہاولنگر شہر ۱۶ جگہ
مضافات۔ چنڈوالہ۔ نورسر۔ پنج کوسی مہار والی۔ نجیب آباد۔ نائی والا۔ بالا آرائیں ملک پورہ۔ محمودہ جودھکا۔ کاٹھ گنگا سنگھ کترا آباد۔ ناصر آباد۔ گجیانہ۔ ڈونگہ بونگہ۔ سوائی والا۔ کشن گڑھ۔ بستی عثمان والی گلاب علی۔ سندر والی کاٹھ۔ رام پورہ۔ دیفن مہارا۔ دیفن لشفویاں۔ چک ہتیانہ۔ کھائی جودلہ۔ سفتکا۔ روحجانوالی۔ مسی روبیہ
ہارون آباد تحصیل - ۲۰ جگہ
فورٹ عباس۔ مروٹ۔ فقیر والی۔۔
ڈاہرانوالہ چشتیاں شریف۔

ضلع بہاولنگر میں جو اہم شخصیات نے رکن سازی مہم کے دوران اعلان کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔ وکلاء حضرات۔ راؤ عابد علی ایڈووکیٹ۔ میاں محمد یار ممو کا ایڈووکیٹ۔ راؤ محمد جمیل ایڈووکیٹ۔ چوہدری محمد سعید صاحب ایڈووکیٹ۔ میاں محمد صدیق سکھیرا ایڈووکیٹ جناب خلیق چوہان سابق صدر ڈسٹرک بار ایسوسیشن بشیر جاوید ایڈووکیٹ۔ میاں غلام رسول۔ ایڈووکیٹ۔ میاں عبدالرشید ساجد ایڈووکیٹ سابق صدر منچن آباد بار ایسوسیشن۔ ممتاز احمد وٹو ایڈووکیٹ۔ میاں رفیع انور ایڈووکیٹ میاں مقصود احمد جویا ایڈووکیٹ۔ میاں۔۔ محمد مظفر ایڈووکیٹ۔ میاں غلام مرتضےٰ واہگہ ایڈووکیٹ محمد مشتاق پراچہ ایڈووکیٹ شیخ محمد اختر پراچہ ایڈووکیٹ۔

زمیندار۔ آڑھتی صاحبان و بعض بااثر شخصیتیں۔

میاں حاجی مقبول احمد لالیکا۔ کیپٹن ڈاکٹر اختر علی لالیکا۔ ملک خوشی محمد صاحب میاں محمد اسلم سکھیرا۔ حاجی محمد آمین سکھیرا جنرل سیکرٹری انجمن کاشتکاراں۔ سردار محکم دین خان کمیشن ایجنٹ و مالک جننگ فیکٹری۔ چوہدری شیر محمد یوسف علی مالکان عبداللہ کاٹن فیکٹری۔ میاں ولی محمد خاں مالک جوایا آئل ملز۔ میاں خدابخش ظہور احمد مالکان جویا کاٹن فیکٹری۔ حاجی امید علی صراف صدر سیرت کمیٹی۔ چوہدری محمد رفیق جٹ صدر انجمن تحفظ حقوق مزارعین۔ مخدوم بشیر احمد نمبردار چک نمبر ۲ ون آر۔ کیپٹن رائے ریاست علی صدر انجمن راجپوتاں۔ میاں امیر حمزہ ہوتیانہ اللہ داد آرائیں۔ پیر محمد اقبال بودلہ۔ خورشید احمد میئوان کے علاوہ ڈونگہ بونگہ میں تمام اہلحدیث جمعیتہ علماء اسلام میں شامل ہو گئے ہیں۔

ضلع بہاولپور کو رکن سازی کے سلسلے میں ۱۴ حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے جو کہ حسب ذیل ہے۔ (۱) تھانہ جنی گوٹھ۔ (۲) تھانہ اوچ شریف (۳) تھانہ احمد پور شرقیہ۔ (۴) تھانہ ڈراور (۵) تھانہ ڈیرا نواب۔ (۶) تھانہ نواں شہر جدید۔ (۷) تھانہ مسافر خانہ۔ (۸) تھانہ صدر بہاولپور

(۹) تھانہ منڈی نیرزمان - (۱۰) تھانہ سول لائن (۱۱) تھانہ کوتوالی - (۱۲) تھانہ عباس نگر - (۱۳) تھانہ خیرپور ٹامیوالی - (۱۴) تھانہ حاصل پور ان ۱۴ سیکٹروں سے ۸۰ مقامات پر رکن سازمہم شروع ہے - جو کہ بڑے زور شور سے چل رہی ہے ضلع بہاول پور کی رکن سازی کے دوران حسب ذیل باا‌ثر شخصیتوں نے اعلان کیا ہے چوہدری رمضان الٰہی آڑھتی کمیشن ایجنٹ حاصل پور چوہدری شاہ محمد آرائیں کمیشن ایجنٹ - چوہدری بشیر احمد رائس ڈیلر، محمد لطیف صاحب کریانہ مرچنٹ - چوہدری محمد یعقوب آڑھتی - چوہدری علی محمد ٹھیکیدار - غلام حسین محمودی اپنے ہزاروں ساتھیوں سمیت اسی طرح لال سوہانرا کے بہت بڑے زمیندار سید ظہور حسن نے شاہ صاحب بستی ظہور شاہ میں ایک بہت بڑے اجتماع میں اپنے ہزاروں ساتھیوں سمیت جمعیۃ علماء اسلام میں شامل ہونے کا اعلان کیا ہے

ضلع رحیم یار خان میں ایک سو تینتیس ۱۳۳ حلقوں میں رکن سازمہم زوروں پر جاری ہے - تحصیل لیاقت پور تیس حلقوں میں تحصیل خان پور ۳۳ حلقوں میں تحصیل رحیم یار خان چھیالیس ۴۶ حلقوں میں - تحصیل صادق آباد چھبیس ۲۶ حلقوں میں - رکنیت سازی کا کام بڑی تیزی سے جاری ہے ایک سو تینتیس حلقوں میں جمعیت کے کارکن سرگرم عمل ہیں آخر میں ڈویژنل کنونیر نے تینوں اضلاع کے نظماء کو ہدایت کی کہ رکن سازمہم کو تیز تر کر دیں - اور جو کاپیاں پر ہو چکی ہیں ان کے اندراج رجسٹر میں کریں اور رکن سازی کی فیس جلد از جلد ڈویژنل کنونیر کے پاس جمع کرائیں تاکہ جلد مرکز کو ارسال کی جاسکے - آخر میں نئے شامل ہونے والے صاحبان کا خیر مقدم کیا - مولانا محمد یوسف عنقریب بہاول پور ڈویژن کا دورہ کریں گے

یوم شہداء نظام مصطفیٰ

گذشتہ دنوں جامع مسجد مکی چاہ بھٹے والا ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس کی صدارت ملتان کی مشہور سیاسی و سماجی شخصیت جناب شیخ محمد یعقوب صاحب ناظم جمعیۃ علماء اسلام ملتان شہر نے فرمائی - اور حکیم مختار احمد صاحب امیر جمعیۃ کمہار منڈی مہمان خصوصی تھے -

اجلاس سے محمد ایوب فاروق - مولانا مقصود احمد شاہ صاحب - حکیم عبدالکریم صاحب - ملک محمد اکبر اور طالب علم لیڈر چوہدری عبدالرشید صاحب قصوری اور علامہ عبدالحق صاحب مجاہد نے خطاب فرمایا - حکیم عبدالکریم صاحب نے فرمایا کہ ملک میں اسلامی قانون صرف اور صرف شہداء کی قربانیوں کی وجہ سے آیا ہے -

محمد ایوب فاروق اور مولانا مقصود احمد شاہ صاحب نے فرمایا کہ جو لوگ قومی اتحاد سے نکل گئے ہیں - انہوں نے شہداء کے خون سے بے وفائی کی ہے - طالب علم لیڈر جناب عبدالرشید نے شہداء ختم نبوت اور پاکستان قومی اتحاد کے لیڈروں کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا -

اور آخر میں اس جلسہ کے خصوصی مقرر کمہار منڈی ملتان جمعیۃ کے سیکرٹری جنرل - عبدالحق صاحب مجاہد سٹیج پر تشریف لائے - اور تقریباً پون گھنٹے ایک ایمان افروز اور ولولہ انگیز خطاب سے سامعین کو نوازا علامہ صاحب نے قرآن و حدیث کی روشنی میں شہداء کے فضائل بیان کیئے -

علامہ صاحب نے فرمایا کہ دنیا کی ہر چیز کی بقا قربانی کی وجہ سے ہی ہے اور مسلمانوں کی ابتداء و انتہا قربانی پر ہی ہے - جب اسلامی سال کی ابتداء ہوتی ہے تو ہمیں نواسہ رسول کے گلے پر چھری نظر آتی ہے اور جب سال ختم ہو رہا ہوتا ہے - تو ہمیں سیدنا ابراہیمؑ اپنے بیٹے کے گلے پر چھری رکھے ہوئے نظر آتے ہیں - اور سیدنا فاروق اعظم خون میں لت پت پڑے دکھائی دیتے ہیں -

انہوں نے اتحاد سے نکلنے والے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے بھائیو ابھی تک تو ان شہداء کے جسم بھی قبروں میں ٹھنڈے نہیں ہوئے اور تم نے ان کے مشن سے بے وفائی شروع کر دی - خدارا ان کے خون کی لاج رکھئے اور پھر متحد ہو جائیے -

آخر میں شیخ محمد یعقوب صاحب نے خطبہ صدارت دیا اور کمہار منڈی کے کارکنان کو زبردست الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا -

لیبر یونین کی جیت

صادق آباد - گذشتہ روز لیاقت ٹیکسٹائل ملز میں ریفرنڈم ہوا جس میں جمعیۃ علماء اسلام کے رکن چوہدری محمد سلیم اور ان کے رفقاء بھاری اکثریت سے جیت گئے - یاد رہے چوہدری محمد سلیم صاحب لیبر یونین کے پہلے بھی صدر تھے اور ان کی یونین تھی - ان کے پورے پینل کی کامیابی پر جمعیت علماء اسلام کے رہنماؤں مولانا عبدالصمد، سید خالد شہر ایڈووکیٹ مولانا مشتاق احمد - رانا محمد سرور - عبدالرؤف انجم منور حسین ضیاء قادری - مولانا محمد نواز نے ان کو مبارکباد پیش کی ہے - اور توقع کی ہے کہ منتخب لیبر یونین کے اراکین ملک کو چلنے میں خود کفیل بنانے میں خوب محنت ہی سے کام کریں گے اور نظام شریعت مصطفیٰ کے نفاذ کو کامیاب بنانے میں ممد و معاون ثابت ہوں گے -

قاتلوں کو عبرت ناک سزا دی جائے

لاڑکانہ - جمعیۃ علماء اسلام لاڑکانہ سٹی کے راہنماؤں حافظ محمد اسماعیل مولوی محمد صدیق لالہ عبدالرحیم اور مشتاق احمد جتوئی نے اپنے مشترکہ ایک بیان میں مولانا انوار الحق صاحب کے افسوسناک قتل پر دلی رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ مولانا انوار الحق صاحب کے قتل کی اعلیٰ عدالتی تحقیقات کرائی جائے

کوہاٹ

ضلع کوہاٹ - جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سرحد کے انصار اسلام کے سالار اعلیٰ صاحبزادہ خالد جان ۱۷ مارچ کو سخاکوٹ سے دار العلوم انجمن تعلیم القرآن ضلع کوہاٹ پہنچے - دار العلوم کے باہر ڈیرہ ڈویژن کے سالار اعلیٰ سیف اسلام ضلع کوہاٹ کے سالار اعلیٰ محمد اسلم خان بنگش تحصیل کوہاٹ کے سالار نائب محمد عالم خان اور تحصیل ہنگو کے سالار محمد قاسم صاحب اور دوسرے رضا کاروں نے استقبال کیا -

مولانا شمس الدین کی شخصیت ہمیں نہیں بھول سکتی۔ مولانا غلام ربانی

گذشتہ روز مکی مسجد رحیم یار خان میں جمعیۃ علماء اسلام کا ہنگامی اجلاس ہوا جس میں مولانا شمس الدین شہید کے لئے دعاء مغفرت کی گئی اس موقعہ پر جمعیۃ علماء اسلام ضلع رحیم یار خان کے امیر غلام ربانی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مولانا شمس الدین کی شخصیت ہمیں نہیں بھول سکتی۔

انہوں نے بلوچستان میں آمر جابر بھٹو کا مقابلہ کیا اپنی جان کی پرواہ نہیں کی دین۔ مصطفےٰ اور ختم نبوت کی خاطر اپنی جان جانِ آفرین کے حوالے کی مولانا موصوف کا خلوص اور ان کی جوانی میں جمعیۃ علماء اسلام کے لئے جدوجہد ناقابل فراموش ہے۔

مولانا مرحوم رحیم یار خان میں آخری جلسہ سے خطاب کر کے گھر تشریف لے گئے تو راستہ میں ظالموں نے شہید کر دیا۔ مولانا قاری حماد اللہ شفیق ناظم ضلعی جمعیۃ مولانا رشید احمد لدھیانوی مولانا غلام مصطفےٰ جنرل سیکرٹری ضلعی جمعیۃ اور عبد الغفور خان ڈاہر نے مطالبہ کیا کہ مولانا شمس الدین کے قاتلوں کو گرفتار کر کے عبرت ناک سزا دی جائے۔

دار العلوم میں جمعیت علماء اسلام ضلع کوہاٹ کی مجلس شوریٰ اور انصار اسلام کا مشترکہ۔ اجلاس سابقہ ایم این اے اور ضلع کوہاٹ کے صدر مولانا نعمت اللہ صاحب کی صدارت میں شروع ہوا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد سیکرٹری جنرل ضلع کوہاٹ حاجی محمد ابراہیم صاحب نے اجلاس کے اغراض و مقاصد بیان کئے۔ مولانا نعمت اللہ صاحب نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے جمعیت علماء اسلام کے مشترکہ منشور پر مکمل روشنی ڈالتے ہوئے ارکان پر زور دیا کہ وہ جمعیۃ علماء اسلام کا پیغام لوگوں کو گھر تک پہنچائیں۔ مولانا نعمت اللہ صاحب نے بارہ ربیع الاوّل کو چند اسلامی قوانین نافذ کرنے پر صدر ضیاء الحق مولانا مفتی محمود صاحب اور قومی اتحاد کے دوسرے لیڈروں کو مبارکباد دی۔ صوبہ سرحد کے سالارِ اعلیٰ صاحبزادہ خالد جان نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کوہاٹ کے مجلس شوریٰ کے ارکان سے اپیل کی کہ وہ انصار اسلام کی تنظیم کو مضبوط کرنے کے لئے ہر قسم کا تعاون کریں۔ انصار اسلام کو مضبوط کرنا جمیعت علماء اسلام کو مضبوط کرنا ہے کیونکہ انصار اسلام جمیعت العلماء اسلام کی روح تصور کی جاتی ہے۔ صاحبزادہ خالد جان نے رضاکاروں پر زور دیا کہ وہ موجودہ حکومت سے اسلامی نظام لانے کے لئے ہر قسم کا تعاون کرنے کی کوشش کریں۔ اور مجلس شوریٰ کے ارکان سے اپیل کی کہ وہ عوام کو اسلامی نظام کے فوائد سے آگاہ کریں۔ اجلاس مولانا نعمت اللہ صاحب کی دعا پر ختم ہوا۔

(ضلع بنوں)

صوبہ سرحد کے سالارِ اعلیٰ۔

صاحبزادہ خالد جان ڈیرہ ڈویژن کے سالارِ اعلیٰ حنیف الاسلام اور ضلع کوہاٹ کے سالارِ اعلیٰ محمد اسلم خان بنگش کے ہمراہ کوہاٹ سے بنوں روانہ ہوئے۔ بنوں چوک میں ضلع بنوں کے سالار اعلیٰ ملک گل دراز خان اور دیگر رضاکاروں نے بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا۔ دار العلوم میں سابقہ ایم۔ این۔ اے مولانا صدر رشید صاحب اور دیگر ارکان نے استقبال کیا۔

انصار الاسلام کے رضاکاروں کا اجلاس سالارِ اعلیٰ ضلع بنوں ملک گل دراز خان کی صدارت میں شروع ہوا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد ہلال احمد سیکرٹری جنرل جمعیت علماء اسلام بنوں نے مختصر خطاب کیا۔ ضلع کوہاٹ کے سالار اعلیٰ محمد اسلم بنگش نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے انصار الاسلام کے اغراض و مقاصد بیان کئے۔ سالارِ اعلیٰ صاحبزادہ خالد جان نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے رضاکاروں پر زور دیا کہ انصار الاسلام کی تنظیم کو مضبوط کرنے کے لئے ہر قسم کی کوشش کریں۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ حکومت قومی اتحاد کی حکومت نہیں ہے فوجی حکومت ہے قومی اتحاد صرف اُن سے تعاون کر رہا ہے۔ صاحبزادہ خالد جان نے اسلامی قوانین نافذ کرنے پر صدر ضیاء الحق اور مولانا مفتی محمود صاحب کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا۔ کہ اسلامی نظام کی بنیاد ضیاء الحق صاحب نے رکھ دی ہے اب اُس کو مضبوط کرنا عوام کا کام ہے کہ ہر فرد ان کو مضبوط کرنے کے لئے دن رات کوشش کریں۔ رضاکاروں پر زور دیا کہ وہ۔ موجودہ حکومت سے ہر قسم کا تعاون کریں۔ صاحبزادہ خالد جان نے مولانا صدر رشید صاحب سابقہ ایم این اے، حاجی شبیب صاحب سابقہ سینیٹر) اور ڈاکٹر گل رحمان سے ضلع بنوں میں انصار الاسلام کو مضبوط کرنے پر تبادلہ خیال کیا۔ اور ان سے اپیل کی کہ وہ انصار الاسلام کو مضبوط کرنے کے لئے رضاکاروں سے ہر قسم کا تعاون کریں۔

(ڈی آئی خان) بنوں سے ڈی آئی خان روانہ ہوا۔ ضلع ڈی آئی خان کے سالارِ اعلیٰ مسٹر شیر خان اور دیگر رضاکاروں نے استقبال کیا۔ اجلاس مولانا عبد القدوس صاحب کی صدارت میں شروع ہوا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد قاضی عبد اللطیف صاحب نے انصار الاسلام کے اغراض و مقاصد پر مکمل روشنی ڈالی اور سالارِ اعلیٰ کا شکریہ ادا کیا کہ وہ انصار الاسلام کی تنظیم کے سلسلے میں ڈیرہ ڈویژن کا دورہ کر رہے ہیں۔ اجلاس سے سالارِ اعلیٰ صاحبزادہ خالد جان اور محمد اسلم خان بنگش نے خطاب کرتے ہوئے انصار الاسلام کو مضبوط کرنے پر زور دیا اور رضاکاروں کو ہدایت کی کہ وہ موجودہ حکومت سے ہر قسم کا تعاون کریں۔ صاحبزادہ خالد خان نے قاضی عبد اللطیف صاحب۔ مولانا عبد القدس صاحب مولانا عبد السلام صاحب شیخ عزیز رحمن صاحب اور جمیعت العلماء اسلام کے دیگر کارکنوں کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اجلاس میں شرکت کی۔

ظفر یٰسین بٹ

مرکزی قائدین ۱۲ اپریل سے رحیم یار خاں سے صوبہ پنجاب کا دورہ شروع کرینگے

ندیم اقبال اعوان ۸ اپریل سے ۱۱ اپریل تک صوبہ سرحد کا تنظیمی دورہ کر چکے

جمعیت طلباء اسلام صوبہ پنجاب کی مجلس عاملہ کا ایک اجلاس گذشتہ روز مرکزی دفتر ۹۶ شاہ عالم مارکیٹ لاہور میں صوبائی نائب صدر ملک خلیل احمد اعوان کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں مرکزی قائدین کے صوبہ پنجاب کے دورے کے پروگرام کو آخری شکل دی گئی اجلاس میں میاں محمد عارف ملک خلیل احمد اعوان، شیخ محمد اکبر، قاری محمد اختر، عبدالخالق ندیم خضر حیات، اور ظفر یٰسین بٹ نے شرکت فرمائی۔ یہ دورہ مرکزی صدر جاوید ابراہیم پراچہ اور مرکزی ناظم عمومی ندیم اقبال اعوان کریں گے صوبائی مجلس عاملہ کے ارکان بھی اپنے اپنے متعلقہ ڈویژن میں مرکزی قائدین کے ہمراہ ہوں گے۔ دورہ حسب ذیل تاریخوں میں ہوگا۔

۱۲ اپریل	ضلع	رحیم یار خاں
۱۳	" "	بہاولپور
۱۴	" "	بہاولنگر
۱۵	" "	ساہیوال
۱۶	" "	ملتان
۱۷	"	ڈیرہ غازی خاں
۱۸	"	مظفر گڑھ
۱۹	"	ضلع میانوالی
۲۰	"	سرگودھا
۲۱	"	جھنگ
۲۲	"	فیصل آباد
۲۳	"	شیخوپورہ
۲۴	"	سیالکوٹ
۲۵	"	لاہور
۲۶	"	گوجرانوالہ
۲۷ اپریل		پنڈی ڈویژن کنونشن

شمولیت ملتان

جمعیتہ طلباء اسلام کے پروگرام سے متاثر ہو کر ٹی ٹی سی کالج یونین کے عہدیداروں نے جمعیت طلباء اسلام میں شمولیت کا اعلان کر دیا غلام فرید خان جنرل سیکرٹری سٹوڈنٹ یونین۔ طاہر محمود نائب صدر سٹوڈنٹ یونین، عبدالرحمٰن۔ سی۔ آر۔ اکرم شاہین سی۔ آر محمد اظہر۔ سی آر۔ یونین کے نمائندوں کے علاوہ مندرجہ ذیل طلباء نے بھی شمولیت کا اعلان کیا محمد اقبال، عبدالرشید، حافظ طاہر محمود، عبدالرشید محمد اکبر اور یونس رڈ کالج کی اکنامکس سوسائٹی کے جنرل سیکرٹری محمد رفیق نے بھی شمولیت کا اعلان کیا جمعیتہ طلباء اسلام صوبہ پنجاب کے ناظم مالیات قاری محمد اختر ضلع ملتان کے جنرل سیکرٹری خواجہ عزیز الرحمٰن اور ضلعی جوائنٹ سیکرٹری محمد اقبال نے شمولیت کرنے والوں کا خیر مقدم کیا۔

انتخاب میکلوڈ گنج

جمعیتہ طلباء اسلام صوبہ پنجاب کے نائب صدر ملک خلیل احمد اعوان نے میکلوڈ گنج کا تنظیمی دورہ کیا اور ان کی نگرانی میں مقامی شاخ کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ انتخاب درج ذیل ہے۔

صدر۔ منظور احمد صدیقی، نائب صدر منظور احمد بلوچ جنرل سیکرٹری عبدالرزاق بھٹی، جوائنٹ سیکرٹری منیر احمد جاوید سیکرٹری اطلاعات محمد منشا شاہد خازن عبدالغفار آفس سیکرٹری منیر احمد شہزاد۔

انتخاب جلالپور جٹاں

جمعیتہ طلباء اسلام صوبہ پنجاب کے نائب صدر شیخ محمد اکبر اور انور علی نے جلالپور جٹاں کا تنظیمی دورہ کیا۔ انہوں نے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے جماعتی اغراض و مقاصد پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور ایک کنوینگ باڈی تشکیل دی گئی۔ کنوینر تاج دین۔ معاونین۔ محمد طیب۔ محمد فاروق، محمد سلیم اختر، محمد امان اللہ، حافظ محمد تعبیر شامل ہیں۔

کوہاٹ

جمعیتہ طلباء اسلام نریاب ضلع کوہاٹ کا ایک اجلاس علاؤالدین وزیر کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے علاؤالدین نے کہا کہ افغانستان کے علماء اور غریب عوام پر ترکی حکومت جو مظالم ڈھا رہی ہے۔ حکومت پاکستان اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے ان مظالم کو بند کرائے۔

ضلع نوابشاہ کا کنونشن

قائد طلباء میاں محمد عارف ۲۶ اپریل کو سکرنڈ میں ہونے والے ضلع نواب شاہ کے کنونشن میں شرکت کریں گے اس موقع پر مدرسہ عربیہ سکرنڈ کے سالانہ جلسہ سے بھی خطاب کریں گے۔ جمعیتہ طلباء اسلام کے قائم مقام مرکزی صدر نور احمد سندھی بھی اس کنونشن میں شرکت کریں گے۔

قائمقام

جمعیتہ طلباء اسلام صوبہ سندھ کے صدر نے نور احمد سارحی کی جگہ محمد صدیق سومرو کو قائمقام صوبائی ناظم نشریات اور محمد اسلم دلبر کو قائمقام نگران تربیتی سلسلہ مقرر کیا ہے۔

انتخاب چشتیاں

جمعیتہ طلباء اسلام صوبہ پنجاب کے نائب صدر ملک خلیل احمد اعوان نے چشتیاں کا تنظیمی دورہ کیا انہوں نے جمعیتہ طلباء اسلام کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی اور ایک کنوینگ باڈی تشکیل دی گئی جو کہ تنظیمی کام مکمل کر کے انتخابات کرائے گی۔

کنوینر شیخ محمد ابراہیم معاونین خصوصی نعیم الحمید سلیمی لیاقت علی، ریاض علی، انور، جاوید منظور عمر فاروق معاونین کے طور پر کام کریں گے۔

گورنمنٹ کالج شجاع آباد میں کامیابی

گورنمنٹ کالج شجاع آباد یونین کی صدارت جمعیتہ طلباء اسلام کے امیدوار نے جیت لی۔ پانچ ماہ قبل یونین کے الیکشن ہوئے تو اسلامی جمعیتہ طلباء کے امیدوار اور جمعیتہ طلباء اسلام کے امیدوار برابر تھے پرنسپل نے سیاسی دباؤ کے تحت فیصلہ اسلامی جمعیتہ کے امیدوار کے حق میں دے دیا۔ جے۔ ٹی۔ آئی نے عدالت میں دعویٰ کر دیا پانچ ماہ کیس چلنے کے بعد ٹاس کے ذریعے جمعیتہ طلباء اسلام کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ اس طرح پیرزادہ محمد عبداللہ خان گورنمنٹ کالج شجاع آباد کے صدر منتخب ہوئے۔

انتخاب دارالعلوم حقانیہ

صدر۔ فضل محمد صاحب۔ نائب صدر۔ محمد طاہر۔ ناظم عمومی۔ عنایت اللہ۔ ناظم محمد رحیم۔ ناظم اطلاعات شمس الحق۔ ناظم مالیات۔ بادشاہ گل جان

انتخاب دارالعلوم لکی مروت

صدر۔ خواجہ عبدالقادر۔ نائب صدر۔ بشیر احمد۔ جنرل سیکرٹری۔ عبدالمالک۔ جائنٹ سیکرٹری۔ راحبہ گل حسن۔ ناظم نشرو اشاعت۔ خلیل الرحمن۔

ناظم مالیات۔ عبدالوہاب۔

تحصیل کبیروالہ انتخاب

صدر۔ محمد احمد گورنمنٹ کالج کبیروالہ

نائب صدر۔ ریاض حسین۔ " " "

جنرل سیکرٹری مقبول احمد۔ دارالعلوم عیدگاہ کبیروالہ

جوائنٹ سیکرٹری۔ محمد ارشد گورنمنٹ ہائی سکول کبیروالہ

سیکرٹری نشرواشاعت۔ بشیر احمد دارالعلوم عیدگاہ کبیروالہ

خازن۔ شیخ خدا بخش۔

رستم ضلع شکارپور

سرپرست۔ مولانا عبدالحق صاحب۔

صدر۔ دین محمد قریشی۔ نائب صدر۔ علی شیر مہر۔ ناظم عمومی۔ فتح محمد قاسمی۔ ناظم۔ عبیداللہ پنہوار۔ ناظم مالیات۔ عبدالحمید مہر۔ ناظم اطلاعات۔ عبدالغنی قریشی۔

خانپور

جمعیتہ طلباء اسلام خانپور کا اجلاس خالد حسین بھٹی ضلعی جنرل سیکرٹری کی صدارت میں منعقد ہوا۔ انہوں نے خطاب کرتے ہوئے یوم پاکستان کے مقاصد پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ جتنی بھی تحریکیں چلیں ان سب کی قیادت علماء حق نے کی۔ آخر میں ایک قرارداد کے ذریعے سید شمس الدین شہید کے قاتلوں کو سزا دی جائے۔

انتخاب لیاقت آباد کراچی

صدر۔ عبدالوہاب۔ نائب صدر۔ حافظ محمود قریشی

جنرل سیکرٹری۔ محمد اسلم قریشی۔ خازن۔ جاوید اقبال۔

حضرو

جمعیتہ طلباء اسلام حضرو کا ایک تعزیتی اجلاس دفتر جمعیتہ طلباء اسلام میں مولانا محمد امتیاز کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں جمعیتہ طلباء اسلام ضلع اٹک کے جنرل سیکرٹری قاضی مشتاق احمد نے شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کی اہلیہ کی وفات پر افسوس کا اظہار کیا اور انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر وجمیل عطا فرمائے۔

- ۰۔ شہید کے قاتلوں کو گرفتار کر کے نوجوانوں کی بے چینی دور کرو۔
- ۰۔ شمس الدین شہید امر ہیں۔ انہوں نے شہادت کے ذریعے نئی نسل کے لیے ایک راہ متعین کی ہے۔
- ۰۔ شہید باطل کے خلاف اعلان بغاوت تھے انہوں نے اسلاف کی روایات کو باقی رکھا ہے۔
- ۰۔ جمعیتہ طلباء اسلام سید شمس الدین شہید کا خون بن چکی ہے۔
- ۰۔ آخر نانا کے دین پر ہی قربان ہوگیا۔
- ۰۔ کارکنوں کا شہید کو خراج عقیدت۔

میانوالی

یوم شمس الدین شہید کے سلسلہ میں دفتر میں قرآن خوانی کی گئی اور رحیل عظیم کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا گیا۔

کراچی

مختلف مقامات پر اجتماعات ہوئے۔ مقررین نے کہا کہ سید شمس الدین شہید نے نئی نسل کے لیے ایک راہ متعین کر لی ہے۔

صادق آباد

کارکنوں کا ایک بڑا اجتماع ہوا۔ مقامی سرپرست حافظ منور حسین ضیاء اور رانا انوار الحق نے اجتماع سے خطاب کیا۔

ندیم اقبال اعوان کا دورہ صوبہ سرحد

جمعیتہ طلباء اسلام پاکستان کے ناظم عمومی ندیم اقبال اعوان درج ذیل تاریخوں سے درج ذیل جگہوں کا دورہ کریں گے۔

۸	اپریل	جھنگ
۹	اپریل	ڈیرہ اسماعیل خان
۱۰	اپریل	بنوں
۱۱	اپریل	کوہاٹ

دار العلوم اور مسائل

اس عنوان کے تحت ہم روزمرہ کے مسائل پر مراسلات شائع کرتے ہیں۔ ایڈیٹر کے نام خطوط خوشخط جامع مختصر اور صفحہ کے ایک جانب تحریر ہونے چاہئیں ایسے مراسلے شامل اشاعت نہیں ہوں گے جو کاغذ کے ہر دو اطراف طویل اور جن پر مراسلہ نگار کا مکمل پتہ نہیں ہوگا۔ مراسلات اس پتہ پر بھیجیں: شعبہ دار العلوم و مسائل ہفت روزہ ترجمان اسلام چوک رنگ محل لاہور

مدینہ سے ایک خط — صدر کے نام

آپ کو یاد ہوگا کہ تین سال قبل عاجز نے آپ سے (جبکہ آپ عمرہ کی غرض سے تشریف لائے تھے) تحریری اور تقریری طور پر گذارش کی تھی کہ آپ دینِ مصطفیٰ کو مکمل نافذ کریں تو آپ کی ایسے ہی مدد ہوگی جس طرح پیغمبرؐ کی نصرت میدانِ بدر میں ہوئی تھی۔ آج پھر آپ کو یاد دہانی کے طور پر گزارش کر رہا ہوں کہ آپ ہر لحاظ سے دینِ خداوندی کی سربلندی کی کوشش فرمادیں اور دنیا و آخرت میں سرخروئی حاصل کریں۔

ہم دس بارہ آدمی جن میں حفاظ۔ قراء اور علماء شامل ہیں آپ کی طرف دینی فریضہ کی بجا آوری کے جذبے سے خط لکھ رہے ہیں۔ اگر آپ نے ثابت قدمی اور پامردی سے کام لیا اور ملک و ملت بلکہ انسانیت اور ناموس و عزت و آبرو کی خاطر سپریم کورٹ کے فیصلے پر عمل کیا۔ تو یقین رکھیے آپ کی نصرت غیب سے ہوگی اللہ تعالیٰ دین کے کام میں آپ کا حامی و ناصر ہو۔ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ نے مفتی محمود ایسے علماء سے وابستگی قائم رکھی اور ان کی ہدایات و ارشادات کو عملی جامہ پہنایا تو ایک وقت آئے گا کہ عالم اسلام کی قیادت آپ کے ہاتھ میں ہوگی۔

امیر علی شاہ — ص۔ ب ۱۶۱۰ المدینہ المنورہ سعودی عرب

اے سی حکومت کو بدنام کر رہا ہے

ہم آپ کے ہفت روزہ ترجمان کی وساطت سے صوبائی سیکرٹری بلدیات اور مقامی بلدیہ کے میئر کی توجہ اس اہم مسئلہ کی جانب مبذول کرانا چاہتے ہیں مدرسہ عربیہ سراج العلوم رجسٹرڈ فورٹ عباس کی دینی درسگاہ ہے عرصہ ۱۰ سال سے قرآن و حدیث کی تعلیم دے رہا ہے۔ مدرسہ کی جامع مسجد کے متصل مذبح خانہ ہے جس کی وجہ سے ہر وقت سخت تعفن اور بدبو پھیلی رہتی ہے مرکزی وزیر بلدیات — مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر سیکٹر ۳ بہاولپور۔ ڈپٹی کمشنر بہاولنگر نے واضح طور پر مذبح خانہ کو منتقل کرنے کے احکامات صادر فرمائے ہیں۔ موجودہ اے سی نے حکام بالا کے احکامات کے پیش نظر مذبح کے لیے دوسری جگہ تجویز فرمائی اور ہمیں تسلی دی کہ مذبح خانہ کو عنقریب منتقل کر دیا جائے گا۔ اسی اثناء میں اے سی فورٹ عباس نے موجودہ حکومت کو بدنام کرنے کی روش اختیار کر لی۔

(۱) شہر میں لوہے کا کاروبار کرنے والوں کو کاروبار کرنے سے منع کر دیا گیا۔

(۲) کچی آبادیوں کو مالکانہ حقوق دینے کی بجائے گرانا شروع کر دیا۔

(۳) کچی آبادیوں کے کنکشن پانی و بجلی کٹوا دیئے۔

مولانا رشید احمد ناظم مدرسہ سراج العلوم کے خلاف انتقامی کارروائی کے طور پر اے۔ سی نے اسی مذبح کی از سرِ نو تعمیر شروع کرا دی ہے۔ ہم سیکرٹری بلدیہ۔ وفاقی وزیر بلدیات اور صوبائی حکومت کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ اے سی فورٹ عباس کو فوراً معطل کیا جائے اور مدرسہ و جامع مسجد سے ملحق مذبح خانہ کو ہٹایا جائے۔

کارکنان مدرسہ سراج العلوم فورٹ عباس ضلع بہاولنگر

تعلیمی ادارے کھولیں

میں آپ کے مؤقر جریدے کے ذریعے حکومت سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ ملک کے تمام تعلیمی ادارے جلد از جلد کھول دے۔ طلباء کا پہلے بھی وقت ضائع ہو چکا ہے گرمیوں کی چھٹیاں بھی ہونے والی ہیں جس سے طلباء کا مزید وقت ضائع ہوگا۔

نعمت علی شاہ۔ ڈگری کالج بنوں

صفائی کا نظام بہتر بنائیں

لنڈا بازار جو کہ لاہور ریلوے اسٹیشن کے قریب واقع ہے ایک اہم گزرگاہ ہے بازار میں جگہ جگہ کوڑے کے ڈھیر لگے رہتے ہیں اور نالیوں کی صفائی نہیں کی جاتی بارش کے وقت بازار میں پانی کھڑا رہتا ہے جس کی وجہ سے دوکانداروں کو سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے حکام بالا سے گذارش ہے کہ صفائی کا نظام بہتر بنایا جائے۔

فضل الرحمٰن نعیم۔ لنڈا بازار لاہور

فورٹ سنڈیمن کا نام بدلیں

ضلع ژوب کا صدر مقام فورٹ سنڈیمن انگریز کا نام ہے اس سے قبل ہم نے بار بار نام بدلنے کا مطالبہ کیا ہے نظرانداز اور ٹال مٹول ہر حکومت کا خاصہ بن چکا ہے میں صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق وزیر بلدیات اور گورنر بلوچستان جنرل رحیم الدین خان سے اپیل کرتا ہوں کو فورٹ سنڈیمن کا نام بدل کر اسلام پور رکھا جائے۔ نیز اپیل ہے کہ انگریزوں کے ناموں سے موسوم پاکستان کے تمام شہروں کے نام بدلے جائیں۔

صاحبزادہ سید عبد المبین شاہ بخاری
معرفت عبد اللہ جان دوکاندار۔ قندھاری بازار
ژوب (بلوچستان)

حکومت صوبہ سرحد سے اپیل

میں آپ کے مؤقر جریدے کی وساطت سے حکومت صوبہ سرحد کی توجہ اس طرف کرانا چاہتا ہوں کہ جنڈ اسماعیل خیل سے بنوں اور کوہاٹ کی طرف تقریباً چار پانچ میل سڑک کا ٹکڑا وسیع کیا جا چکا ہے لیکن اگر اب اس کی حالت دیکھی جائے تو افسوس ہوتا ہے کہ ایک ہی سال کے اندر اندر ابھی سے سڑک میں تقریباً ۲۰ جگہ گڑھے پڑ گئے ہیں جو اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ ٹھیکیداروں نے اس سڑک پہ بالکل کام کام نہیں کیا۔ جس سے لاریوں، ٹرکوں کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میں حکومت سے مطالبہ کرتا ہوں کہ صوبہ کے تمام تعمیری کاموں پہ کڑی نظر رکھی جائے تاکہ ٹھیکیدار اور افسر صحیح طریقے سے کام کریں اور جن ٹھیکیداروں کے کام صحیح نہ ہوں انہیں جرمانہ کے علاوہ ٹھیکہ آئندہ کے لیے نہ دیا جائے تاکہ عوام کا اعتماد بحال ہو۔ چونکہ حکومت ان سڑکوں پر لاکھوں روپے خرچ کرتی ہے لیکن ٹھیکیدار اور افسر گٹھ جوڑ کر کے پیسے کھا جاتے ہیں اور سڑکوں پہ بالکل خرچ نہیں کرتے۔ اس لیے گذارش ہے کہ صوبائی حکومت کو چاہیے کہ ٹھیکیداروں کے کام کی نگرانی کے لیے خصوصی تحقیقاتی ادارہ قائم کرے تاکہ تعمیری کام صحیح طریقہ سے ہو سکے۔

تاج الدین خٹک نصرتی کوہاٹ

مشترکہ قرارداد مذمت

حکومت پاکستان کی جانب سے کئی ماہ قبل ماہِ رواں میں یوم پاکستان سرکاری اور قومی سطح پر منائے جانے کا باقاعدہ اعلان ہو چکا ہے لیکن نواب شاہ کی ضلعی انتظامیہ نے اس تاریخ ساز دن کے منانے میں خاطر خواہ دلچسپی نہیں لی۔ افسر شاہی محض کاغذی کام کرنے کی قائل ہے۔ اور سمجھتی ہے کہ محض پرچم لہرانے، بچوں میں مٹھائی تقسیم کرنے یا ان کی پریڈ کرانے ہی سے اس فریضہ کی انجام دہی ہو جاتی ہے۔ حالانکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ عوام اور خصوصاً نوجوانوں کو قراردادِ پاکستان، نظریہ پاکستان اور ان کے پس منظر سے روشناس کرایا جائے۔

چونکہ جلسہ عام نواب شاہ کی سرکاری تقاریب میں شامل نہ تھا لہٰذا مسلم لیگ کی جانب سے جلسہ عام کی تجویز پیش کی گئی جس کی حاضرین نے بپر زور تائید کی اور جناب اے۔ ڈی۔ ایم اور ایس۔ ڈی۔ ایم صاحبان نے یقین دلایا کہ نہ صرف عام اعلان کے لیے لاؤڈ سپیکر کی اجازت مل جائے گی بلکہ ڈسٹرکٹ کونسل ہال استعمال کرنے کی بھی اجازت ہو گی۔ بعد میں ڈپٹی کمشنر صاحب نے حسبِ معمول اپنے اختیارات استعمال نہ کر کے ہوم سیکرٹری صاحب سے ٹیلیفون پر استصواب کیا اور کافی دیر بعد مطلع کیا کہ نہ اعلان کی اجازت دی جا سکتی ہے اور نہ ہال کے استعمال کی۔ حکام کا یہ طرز عمل مرکزی حکومت کی پالیسی کو سبوتاژ کرنے اور عوام کے جائز حقوق کے پامال کے مترادف ہے جس کی پُر زور مذمت کی جاتی ہے

تجویز:۔ جناب سید خلیق احمد زیدی (مسلم لیگ)

تائید:۔ جناب راؤ فتح محمد صاحب (پاکستان جمہوری پارٹی)

جناب عبدالہادی کھوسہ صاحب (جماعت اسلامی)

جناب حضرت مولانا دوست محمد صاحب (جمعیۃ علماء اسلام)

نواب شاہ

مقامی طلباء کو داخلہ دیا جائے

ہیں آپ کے مؤقر جریدے کی وساطت سے وفاقی وزیر تعلیم جناب محمد علی خان ہوتی اور گورنر بلوچستان سے اپیل ہے کہ بولان میڈیکل کالج کوئٹہ میں بلوچستان کے مقامی طلباء کو داخلہ دیا جائے۔ انتظامیہ تعلیم جان بوجھ کر لوکل طلباء کے ساتھ نا انصافی کر رہی ہے۔ اس پالیسی سے طلباء بے حد پریشان ہیں۔

حافظ محمد ابراہیم خلیل بروری روڈ کوئٹہ

رکن سازی اور ابتدائی انتخابات جمادی الاوّل کے اختتام تک مکمل کر لیے جائیں۔

رکن سازی کی مدت میں توسیع نہیں کی جائے گی۔ مرکزی تنظیمی کمیٹی کا فیصلہ

جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی تنظیمی کمیٹی کا اجلاس گذشتہ روز ملتان میں قائد جمعیۃ مولانا مفتی محمود کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں رکن سازی کے سلسلہ میں تازہ ترین صورتحال کا جائزہ لیا گیا۔ اجلاس میں رکن سازی کی مدت میں توسیع کے بارے میں متعدد اپیلوں پر غور کے بعد فیصلہ کیا کہ ملک میں عام انتخابات کی آمد آمد کے پیش نظر رکن سازی کی مدت میں توسیع نہیں کی جائے گی تاہم تمام شاخوں کو اس بات کی اجازت دے دی گئی ہے کہ جمادی الاوّل کے دوران ابتدائی انتخابات کے ساتھ ساتھ رکن سازی کا باقی ماندہ کام بھی مکمل کر لیں۔

مرکزی تنظیمی کمیٹی نے ملک بھر میں رکن سازی کے تمام ضلعی نگرانوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ خود یا اپنے معتمد نمائندوں کی نگرانی میں رکن سازی کا باقی ماندہ کام اور ابتدائی انتخابات جمادی الاوّل ختم ہونے سے پہلے مکمل کرا لیں۔ ضلعی جمعیتوں اور ضلعی و تحصیلی صدر مقامات کی جمعیتوں کے انتخابات کی نگرانی کے لیے ڈویژنل الیکشن کمیٹیاں قائم کی جا رہی ہیں جن کا اعلان چند روز تک کر دیا جائے گا۔ ان کے علاوہ ہر سطح پر جماعتی انتخابات بہرحال جمادی الاوّل کے اختتام تک مکمل ہو جانے چاہئیں اور ان کی نگرانی رکن سازی کے ضلعی انچارج یا ان کے مقرر کردہ نمائندے کریں گے۔

مرکزی تنظیمی کمیٹی نے واضح طور پر اعلان کیا ہے کہ رکن سازی اور جماعتی انتخابات کے لیے مرکزی مجلس عمومی کے طے کردہ شیڈول میں ردّ و بدل نہیں کیا جائے گا اور پروگرام کے مطابق جمادی الاوّل میں ابتدائی انتخابات، جمادی الآخر میں ضلعی اور ضلع و تحصیل صدر مقامات کے انتخابات، رجب میں صوبائی انتخابات اور شعبان میں مرکزی انتخابات عمل میں لائے جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اس سلسلہ میں مزید تفصیلات کا اعلان ترجمانِ اسلام کے آئندہ شمارہ میں کیا جائے گا۔